(۱۲) بارہ مسائل (حصہ اول)

سلسلہ مطبوعات نمبر(۱)

- ترک القرأۃ خلف الامام
- ترک رفع الیدین
- نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ
- نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا
- سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے
- مصافح بالیدین
- سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا
- آمین بالسر
- زیر ناف ہاتھ باندھنا
- سجدہ میں جانے کا طریقہ
- جلسۂ استراحت سنت ہے یا نہیں؟
- التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

ناشر: شعبہ نشر واشاعت اتحاد اہل السنّت والجماعت (پنجاب)

مصنف: حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم
باہتمام: شعبہ نشر و اشاعت اتحاد اہلسنت والجماعت (پنجاب)
طباعت ہفتم: فروری 2007ء
کمپوزنگ: محمد عباس بھٹی، عکاظ پرنٹرز، لاہور 042-7574180
ناشر: اتحاد اہل السنّت والجماعت پاکستان (پنجاب)

ملنے کا پتہ:
☆ جامعہ حقانیہ چونگی امر سدھو بازار نزد دیکچر فیکٹری، لاہور۔
فون: 0322-4003250
☆ مرکز اہل السنّت والجماعت 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
فون: 048-3881487

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

بات چیت دینی مسئلہ میں ہو یا دنیوی مسئلہ میں اگر با اصول ہو تو مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے اور اگر بے اصول ہو تو غیر مفید، بے نتیجہ اور ضیاع وقت اس لئے اہل السنت والجماعت اور غیر مقلدین کے درمیان نزاعی مسئلہ پر گفتگو کرنے سے قبل مناسب ہے کہ فریقین کے مسلمہ اصول تحریر کر دیئے جائیں تاکہ جب بھی اہل السنت والجماعت اور غیر مقلدین کسی نزاعی مسئلہ پر زبانی یا تحریری بات چیت کریں تو ہر فریق اپنے ان اصولوں کی پابندی کرے اور ان اصولوں کے اندر رہ کر گفتگو کرے۔

غیر مقلدین کے تین اصول

۱۔ غیر مقلدین کے نزدیک شرعی دلیلیں صرف دو ہیں:

(۱) قرآن (۲) حدیث تیسری کوئی دلیل نہیں۔ ان کا دعویٰ اور نعرہ ہے اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا فرمان رسول۔ غیر مقلدین حضرات کے پیشوا مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں۔

''برادران! آپکے دو ہاتھ ہیں اور ان دونوں میں دو چیزیں شریعت نے دی ہیں۔ ایک میں کلام اللہ اور دوسرے میں کلام رسول اللہ.........اب نہ تیسرا ہاتھ ہے نہ تیسری چیز''

(طریق محمدی ص 19 طبع لاہور)

۲۔ غیر مقلدین کے نزدیک نبی ہو یا امتی کسی کی رائے و قیاس حجت و معتبر نہیں غیر مقلدین کے پیشوا جناب مولانا محمد جوناگڑھی لکھتے ہیں ''سنئے جناب! بزرگوں کی مجتہدوں کی اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی کے کچھ فرمائیں تو وہ حجت نہیں'' (طریق محمدی ص 57 طبع لاہور) اور غیر مقلد عالم محمد ابوالحسن صاحب لکھتے ہیں ''قیاس نہ کیا کرو کیونکہ سب

سے پہلے شیطان نے قیاس کیا" (الظفر المبین ص14)

۳۔ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے۔ غیر مقلدین کے عظیم محقق مولانا محمد ابوالحسن لکھتے ہیں "اور اس بات میں کچھ بھی شک نہیں کہ تقلید خواہ آئمہ اربعہ میں سے کسی کی ہو خواہ ان کے سوا کسی اور کی شرک ہے۔" (الظفر المبین ص20)

نیز غیر مقلدین حضرات کے پیشوا مولانا محمد جونا گڑھی سوال وجواب کے عنوان سے ایک مسئلہ لکھتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

(سوال ۴۰) کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حنفی ہو کر مرا وہ یہ دعا نہ پڑھے رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَ الِدَیَّ (جواب) مشرکین کیلئے دعا مغفرت ناجائز ہے۔ (سراج محمدی ۷۴طبع لاہور) اور اسی سراج محمدی کے ص ۱۲ پر نمایاں سرخی قائم کی ہے۔ "تقلید شرک ہے" غیر مقلد محقق مولانا محمد ابوالحسن صاحب تقلید کی تعریف یوں لکھتے ہیں۔ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ بغیر دلیل کے کسی کے حکم کو مان لینا اور یہ دریافت نہ کرنا کہ یہ حکم خدا اور اسکے پیغمبر کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ (الظفر المبین ص ۱۵)

فائدہ نمبر ۱: چونکہ غیر مقلدین حضرات اپنے ان مذکورہ بالا تینوں اصولوں کا برملا اعلان واظہار کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ان اصولوں کو ثابت کرنے کے لئے کتب غیر مقلدین کے حوالہ جات کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ تاہم اپنی بات کو پختہ کرنے کے لئے ہم نے بطور مشتے نمونہ از خروارے۔ ان کی چند معتبر کتابوں کے حوالے تحریر کردیے ہیں۔ ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء کو غیر مقلدین حضرات نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس منعقد کی۔ جس میں مولانا ابو یحیٰ امام خان نوشہروی نے اہل حدیث کی علمی خدمات پر مشتمل ایک تفصیلی مقالہ پیش کیا جو پہلے ہندوستان میں پھر بعد از تقسیم پاکستان میں "ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات" کے نام سے خود اہل حدیث حضرات نے شائع کیا اس کتاب میں جن کتب کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ وہ انکی معتبر جماعتی کتب ہیں اور جماعتی عقائد ومسائل کی حامل ہیں ورنہ یہ حضرات ان کتابوں کو اہل حدیث کی علمی خدمات میں شمار نہ کرتے ہم نے جن کتب کا اوپر حوالہ دیا ہے

ان میں سے الظفر المبین کا ہندوستان میں اہل حدیث کی علمی خدمات کے ص ۶۰ پر اور طریق محمدی کا ص ۲۷ اور سراج محمدی کا ص ۶۹ پر اندراج ہے۔

فائدہ نمبر۲: چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک ہے اور قیاس کرنا شیطان کا کام ہے۔ لہذا غیر مقلدین حضرات اپنے ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے راویوں کی بحث میں حدیث کے ضعف وصحت میں حدیث کی وضاحت وتشریح میں کسی امتی کا قول اور اس کی رائے پیش نہ کرسکیں گے۔ نیز قرآن کی آیت اور حدیث کا صرف ترجمہ کریں گے۔ وضاحت کے بہانے اس میں اپنی رائے شامل نہ کرسکیں گے۔ جب وہ حدیث کا ترجمہ کر کے اپنا مطلب کشید کرنے کے لئے اپنی تقریر شروع کردیں تو حقیقت میں وہ انکی اپنی رائے ہوتی ہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی رائے کا نام حدیث رکھ دیتے ہیں مثلاً **لا صلوۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب** (بخاری ج ا ص ۱۰۴) کے بارے میں امام احمد اور سفیان بن عیینہ کی رائے یہ ہے کہ یہ حدیث منفرد کے بارے میں ہے یعنی منفرد کی نماز فاتحہ کے بغیر نہیں ہوتی لیکن غیر مقلدین کے نزدیک حدیث میں لفظ مَن عام ہے۔ مقتدی منفرد امام سب کو شامل ہے یہ انکی رائے ہے اس عموم کی اللہ نے صراحت کی ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن وہ اس کو حدیث کا نام دے دیتے ہیں۔ اس لئے جب وہ امتی کا قول پیش کریں۔ یا امتی کی رائے پیش کریں یا اپنی رائے شامل کریں تو پہلے ان سے تقلیدی شرک اور قیاس والی شیطانیت سے توبہ کرائیں پھر آگے بات چلائیں۔

اہل السنّت والجماعت کے چار اصول

اہل السنّت والجماعت حنفی ہوں یا شافعی، حنبلی ہوں یا مالکی، سب کے نزدیک شرعی احکامات ثابت کرنے کے لیے چار دلیلیں ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت، قیاس شرعی یعنی شریعت کے بعض احکام کتاب اللہ سے ثابت ہیں۔ بعض سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض اجماع سے جبکہ بعض قیاس شرعی سے ثابت ہوتے ہیں۔ قیاس شرعی کا مطلب ہے کہ کتاب وسنت میں مذکور حکم یا اجماعی حکم کے ضمن میں مخفی دستور قاعدہ کلیہ کو تلاش کر کے غیر منصوص مسئلہ کو اس قاعدہ کلیہ کے ذریعے حل کرنا اور اس کا حکم شرعی معلوم کرنا مثلاً حدیث پاک میں ہے کہ کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو غوطہ دے کر اس کو نکال دو اور کھانا کھالو۔ اگر کھانے میں مکوڑا، بھڑ، ٹڈی، مچھر، جگنو، وغیرہ گر جائیں تو کیا حکم ہے؟ چونکہ ان چیزوں کا حکم صراحتاً نہ کتاب وسنت میں ہے نہ اجماع سے ثابت ہے اس لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے قیاس شرعی کے ذریعے ان کا حکم بتایا ہے۔ اس طور پر کہ انہوں نے مکھی کے بارے میں جو حکم منصوص ہے اس کے اندر غور کیا تو ان کو اس منصوص حکم کے ضمن میں ایک مخفی قاعدہ کلیہ مل گیا وہ یہ کہ مکھی کی وجہ سے کھانا اس لئے حرام و ناپاک نہیں ہوتا کہ اس کی رگوں میں گردش کرنے والا خون موجود نہیں لہذا تمام ایسی چیزیں جنکی رگوں میں گردش کرنے والا خون نہیں انکا حکم بھی مکھی والا ہوگا۔ یعنی انکو نکال دو اور کھانے پینے کی چیزیں کھا پی لو۔ لیکن غوطہ دیکر نکالنا مکھی کی خصوصیت ہے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے دوسرے میں شفاء وہ گرتی ہے تو ہمیشہ بیماری والا پر پہلے ڈبوتی ہے لہذا نکالنے سے پہلے اس کو غوطہ دے دیا جائے تا کہ شفاء والا پر بھی ڈوب جائے جبکہ اس نوع کی باقی چیزوں میں یہ بات نہیں ہے اس لئے انکو غوطہ دینے کی ضرورت نہیں سو قیاس شرعی سے مراد محض قیاس آرائی نہیں جیسا کہ غیر مقلدین حضرات نے سمجھ رکھا ہے۔ اور اپنی اس کوتاہ فہمی یا کج فہمی کی بناء پر لوگوں کو قیاس کے حوالے سے مجتہدین و فقہاء سے متنفر کرنے کی روش اپنا رکھی ہے۔

چند ضروری امور

امر اول: اہل السنّت والجماعت بلکہ تمام عقلاء کے نزدیک ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹری مسئلہ میں ڈاکٹر کی، انجینیئر نگ کے مسئلہ میں انجینیئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہر زراعت کی، گرائمر میں ماہرین صرف ونحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی رائے معتبر ہوگی اور احادیث کی صحت وضعف میں علم حدیث کے ماہرین کی رائے کا اعتبار ہوگا البتہ یہ بات خوب سمجھنی اور یاد رکھنی چاہئے کہ حدیث کی صحت وضعف کی دو قسمیں ہیں:
(۱) صحت وضعف بحسب السند (۲) صحت وضعف بحسب العمل یعنی جو حدیث معمول بہ ہے وہ صحیح ہے اور جو حدیث متروک وغیر معمول بہ ہے وہ ضعیف ہے اسی معنی میں امام اعظم ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعی کے ساتھ رفع یدین کے مناظرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کو ضعیف کہا تھا اور امام مالکؒ نے رفع یدین کی تمام حدیثوں کو ضعیف کہا ہے۔ (المدونۃ الکبری ج ۱ ص ۷۱) ورنہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سنداً بالکل صحیح بلکہ اصح الاسانید ہے۔ ان دو قسموں کو یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے صحت وضعف اسنادی اور صحت وضعف واقعی۔ اسی طرح ماہرین علم حدیث کی بھی دو قسمیں ہیں محدثین اور مجتہدین۔ محدثین کی مہارت اور ان کی تحقیق کا دائرہ حدیث کی اسناد اور الفاظ تک محدود ہے یعنی وہ رواۃ حدیث کے تاریخی حالات کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے سند کا درجہ متعین کرتے ہیں کہ یہ سند موضوع ہے یا غیر موضوع صحیح ہے یا غیر صحیح؟ پھر غیر صحیح ہو کر حسن ہے یا ضعیف؟ صحت کس درجہ کی ہے اور ضعف کس درجہ کا اسی طرح بعض دفعہ محدث مختلف سندوں کے ساتھ روایت کردہ حدیث میں الفاظ حدیث کے اختلاف وفرق کو بھی بیان کرتا ہے کہ فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے اور فلاں راوی کی حدیث میں یہ لفظ ہے۔ جبکہ مجتہدین کی تحقیق کا دائرہ اس سے وسیع تر ہے وہ پانچ امور کی تحقیق کرتے ہیں:

۱۔ ثبوت وعدم ثبوت یعنی بنیادی طور پر یہ حدیث ثابت ہے یا نہیں۔

۲۔ احادیث کے معانی کی تشریح و توضیح۔

۳۔ حدیث معمول بہ ہے یا غیر معمول بہ؟ درجہ عمل میں متروک ہے یا غیر متروک۔

۴۔ حدیث سے ثابت شدہ حکم کی شرعی حیثیت کا تعین یعنی وہ فرض ہے یا واجب؟ سنت ہے یا مستحب؟ مباح ہے یا مکروہ؟ مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی؟ یا حرام؟

۵۔ اس حدیث سے متعارض دوسری احادیث کے تعارض و تضاد کو دور کرنا ان امور خمسہ کی تحقیق کے لئے ہر مجتہد کے اپنے اپنے اصول ہیں ہمارے امام و مجتہد سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے ان امور کی تحقیق کیلئے اسناد کے ساتھ آثار صحابہ کو بھی بنیاد بنایا ہے البتہ آثار صحابہ نہ ملنے کی صورت میں انہوں نے کتاب وسنت سے ماخوذ اپنے اجتہادی اصولوں سے اور خداداد فقاہت فقہی مہارت اور نہایت اعلیٰ درجہ کی اجتہادی صلاحیت سے بھی کام لیا ہے پھر امام اعظمؒ کے تلامذہ اور مابعد کے دیگر فقہاء حنفیہ نے آثار تابعین و تبع تابعین کو بھی شامل کر لیا ہے پس امام اعظمؒ اور ان کے ارشد تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ وغیرہ کی تحقیق کے مطابق شرعی احکامات سے متعلق جو معمول بہا احادیث تھیں اور ان سے جو احکامات شرعیہ ثابت ہوتے تھے ان احکامات کو انہوں نے حسن ترتیب کیساتھ کتاب الطہارۃ سے لیکر کتاب المیراث تک ابواب وار جمع کر دیا ہے احکامات شرعیہ کے اسی مجموعہ کو فقہ کہا جاتا ہے۔

امر دوم: احادیث کی صحت وضعف کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ حضرات نے آثار صحابہؓ اور آثار تابعین و تبع تابعین اور عملی تواتر کی روشنی و رہنمائی میں اپنے اجتہادی اصولوں کے تحت جن جن احادیث کے معمول بہ و صحیح ہونے کا فیصلہ فقہی مسائل کی صورت میں دیا ہے ہمارے نزدیک وہی صحیح ہیں اگر چہ محدثین ان کو سند کے اعتبار سے ضعیف لکھ دیں اور جن حدیثوں کو ان حضرات نے غیر معمول بہا قرار دیا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں اگر چہ محدثین انکو سنداً صحیح قرار دیں سوال یہ ہے کہ پھر محدثین کی تحقیق سند کا کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ کذاب اور وضاع لوگوں کو جھوٹی من گھڑت حدیثیں بنانے کی جراءت نہ ہو پس تحقیق سند کا خوف ان کے راستہ میں بڑی

رکاوٹ ہے چنانچہ عبداللہ بن مبارک ؒ فرماتے ہیں اگر تحقیق سند کا سلسلہ نہ ہوتا تو جو آدمی جو کچھ چاہتا وہ کہہ ڈالتا (مسلم ص ۱۲) حدیث کے صحت وضعف کے بارے میں مجتہدین وفقہا کے فیصلہ کو ترجیح دینے اور مقدم سمجھنے کی چند وجوہ ہیں:

۱۔ ہر شعبہ سے متعلق مسئلہ میں اس شعبہ کے ماہرین کا فیصلہ زیادہ وزن رکھتا ہے۔ محدثین کا شعبہ تحقیق سند ہے۔ جبکہ مجتہدین وفقہا کا شعبہ تحقیق عمل ہے یعنی یہ فیصلہ کرنا کہ یہ حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یہ حدیث زیر عمل آسکتی ہے یا نہیں؟ مجتہدین کا کام ہے لہٰذا سند کی صحت وضعف میں محدثین کا فیصلہ معتبر ہوگا۔ لیکن حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ یعنی معیار عمل کے اعتبار سے حدیث صحیح ہے یا ضعیف اس کے متعلق مجتہدین وفقہاء کا فیصلہ معتبر ہوگا۔

۲۔ اسناد کی تحقیق کے باوجود عمل بالحدیث کے لئے خود محدثین نے بھی مجتہدین وفقہاء کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہے چنانچہ ہر محدث آئمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کا مقلد ہے۔ جیسا کہ غیر مقلد علامہ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب الحطہ فی ذکر صحاح ستہ میں مندرجہ ذیل محدثین کی فقہی وتقلیدی نسبت کی صراحت کی ہے ملاحظہ فرمایئے' امام بخاریؒ شافعی ص ۲۸۱' امام مسلمؒ شافعی ص ۲۲۸' امام نسائیؒ شافعی ص ۲۹۳' امام ابوداؤد حنبلی وقیل شافعی ص ۲۸۸' شیخ جیلانی حنبلی ص ۳۰۰' ابن تیمیہ حنبلی ص ۱۶۸ ابن قیم حنبلی ص ۱۶۸' محمد بن عبدالوہاب نجدی حنبلی ص ۱۶۷' صاحب مشکوۃ شافعی ص ۱۳۵ خطابی' نووی' بغوی' شافعی ص ۱۳۵' امام طحاوی حنفی ص ۱۳۵' امام ابن عبدالبر مالکی ص ۱۳۵' شیخ عبدالحق' خاندان ولی اللہی حنفی ص ۱۶۰ تا ۱۶۳' ابن بطال مالکی ص ۲۱۳' علامہ حلبی حنفی ص ۲۱۳' علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم شافعی ص ۲۱۵ علامہ بدالدین عینی حنفی ص ۲۱۶' علامہ زرکشی شافعی ص ۲۱۷' قاضی محب الدین احمد حنبلی ص ۲۱۸' حافظ ابن رجب حنبلی ص ۲۱۹' علامہ بلقینی شافعی ص ۲۱۹' علامہ ابن مرزوقی مالکی ص ۲۲۰' جلا الدین البکری شافعی ص ۲۲۰' علامہ قسطلانی شافعی ص ۲۲۲ ابن عربی مالکی ۲۲۴۔

۳۔ محدثین کا سند کے اعتبار سے کسی حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اجتہادی

ہوتا ہے۔جسکی بنیاد رواۃ کے تاریخی حالات ہوتے ہیں اور مجتہدین کا عمل بالحدیث کے اعتبار سے حدیث کے ضعف یا صحت کا فیصلہ بھی اجتہادی ہوتا ہے۔لیکن اس کی بنیاد آثار صحابہؓ اور آثار تابعین وتبع تابعین ہوتے ہیں دیکھ لیجئے کس کے فیصلے کی بنیاد مضبوط ہے لیکن عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین حدیث کے صحت وضعف اور رواۃ کے ثقہ وضعیف ہونے کے متعلق محدثین کے اجتہادی فیصلہ کی تقلید کرتے ہیں مگر حدیث کی تشریح اور حدیث کے معمول بہ ہونے یا نہ ہونے میں فقہاء کے اجتہادی فیصلے کو قبول نہیں کرتے بلکہ قبول کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں اور قبول کرنا تقلیدی شرک ہے۔

۴۔ خود محدثین کو اعتراف ہے کہ جس حدیث کو محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں بھی صحیح ہو اور جس حدیث کو انہوں نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔ضروری نہیں کہ وہ نفس الامر میں اسی طرح ہو کیونکہ بعض دفعہ وہ حدیث نفس الامر میں صحیح اور سچی ہوتی ہے۔

(مقدمہ ابن صلاح ص ۸)

۵۔ پھر ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے جن حدیثوں کو صحیح ومعمول بہ قرار دیا ہے۔ وہ ان کے زمانے تک سند کے اعتبار سے بالکل صحیح تھیں ان کے زمانہ کے بعد اگر نیچے آکر ان میں سے بعض احادیث کی سندوں میں ضعف پیدا ہو گیا ہو تو اس بعد والے ضعف کی وجہ سے امام اعظمؒ کا مسئلہ اور حدیث کی صحت کا فیصلہ متاثر نہ ہوگا۔اور ہمارا اعتماد امام اعظمؒ کے فیصلہ پر ہے۔پس یہ بعد والا ضعف ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔اور نہ ہی ہمیں اس کا جواب دینے کی ضرورت ہے۔

امر سوم: غیر مجتہدین کے لئے اجتہادی مسئلہ میں اس مجتہد کی تقلید واجب ہے جو ان کے نزدیک باقی مجتہدین کے مقابلہ میں زیادہ ماہر ہے اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقیوں کے درستی غالب ہے خواہ یہ اجتہادی مسئلہ حدیث کے ضعف وصحت کا ہو یا نماز روزہ وغیرہ کا شرعی مسئلہ ہو یا احادیث کے معانی کی تشریح ہو اور غیر مجتہدین کو نہ مجتہدین کی تحقیق پر اعتراض کرنے کا حق ہے اور نہ ہی ان کو مجتہدین کے مقابلہ میں جاہلانہ اجتہاد کی اجازت ہے بغیر

اہلیت اجتہاد کے دعویٰ اجتہاد کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے۔ نہ کہ عقل مند!

امر چہارم: اجتہادی مسائل شرعیہ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ وہ مسائل جو کتاب وسنت میں مذکور نہیں جیسے مکوڑا' مچھر' بھڑ وغیرہ کھانے میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟ انتقال خون، اعضاء کی پیوندکاری، ٹیلی فون کے ذریعے نکاح' روزے میں انجکشن وغیرہ۔

۲۔ وہ مسائل جن کے ادلہ متعارض ہیں جیسے رفع یدین، قراءۃ خلف الامام وغیرہ مسائل میں اثبات ونفی کی حدیثیں موجود ہیں اور محدثین نے کتب حدیث میں دونوں قسم کے باب قائم کر کے دونوں طرح کی حدیثیں نقل کی ہیں۔

۳۔ وہ مسائل جن کے ادلہ میں تعارض نہیں لیکن معنی کے اعتبار سے ان میں کئی احتمالات ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے۔﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ قروء جمع ہے قرأ کی۔ قرء کا معنی لغت میں حیض بھی ہے اور طہر بھی امام شافعیؒ نے طہر والا معنی مراد لیا ہے۔ یعنی مطلقہ عورتیں تین طہر عدت گزاریں جبکہ امام اعظمؒ نے حیض والا معنی مراد لیا ہے یعنی مطلقہ عورتیں تین حیض عدت گزاریں۔ غیر مجتہدین کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسائل اجتہادیہ کی تینوں قسموں میں اُس مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کریں جو انکے نزدیک کتاب وسنت کا زیادہ ماہر ہے۔ اور اس کے اجتہاد میں نسبتاً باقی مجتہدین کے درستی غالب ہے۔ اسکے علاوہ ان کے لئے عمل کرنیکا کوئی دوسرا طریقہ نہ عقلاً جائز ہے نہ شرعاً!

غیر مقلدین سے گفتگو کے آداب

غیر مقلدین سے گفتگو کیلئے چند آداب ہیں:

۱۔ چونکہ غیر مقلدین۔امام اعظم ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہا کے بارے میں نہایت گستاخانہ اور مخاصمانہ انداز اختیار کرتے ہیں۔جس کے ردِّ عمل میں غصہ آجانا غیر فطری نہیں ہے۔لیکن غیر مقلدین بعد میں پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ ہم تو مسئلہ سمجھنا چاہتے ہیں اور سنی غصہ ہو جاتے ہیں۔لڑنے لگ جاتے ہیں۔اس لیے سنی حضرات کو چاہیے کہ وہ اپنے اندر ضبط پیدا کریں اور گفتگو کے دوران حلم اور وقار والی اپنی شان قائم رکھیں تاکہ آپکے وقار میں فرق نہ آئے اور غیر مقلدین آپ کے خلاف غلط پروپیگنڈا نہ کرسکیں۔

۲۔ گفتگو سے قبل رسالہ ہذا میں ہر مسئلہ کے اندر جو ان کا عمل و موقف لکھا گیا ہے ان کو اس کا پابند کیا جائے کہ موقف طے کیے بغیر بات کرنا تضیع اوقات اور بے فائدہ ہے۔اور اگر وہ اس کا انکار کریں تو ان سے عمل و موقف کے غلط ہونے پر تحریر لیں اور دستخط کرائیں۔پھر اس کے غلط ہونے پر صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں۔اور متبادل صحیح موقف اور اپنا عمل تحریر کریں جب تک یہ مرحلہ طے نہ ہو جائے آگے بات نہ چلائیں۔اور اگر وہ اس عمل و موقف کو غلط لکھیں نہ اس کے غلط ہونے پر حدیث پیش کریں۔تو پھر اس عمل و موقف کے صحیح ہونے پر صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔

۳۔ غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ ایک بات پر قائم نہیں رہتے پہلے وہ ایک مسئلہ شروع کریں گے جب وہ اس کے کسی مرحلہ میں پھنس جائیں گے تو اس کو چھوڑ کر دوسرا مسئلہ شروع کر دیں گے لیکن آپ اس کو دوسرے مسئلہ کی طرف ہرگز نہ جانے دیں جب تک پہلا مسئلہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک دوسرا مسئلہ ہرگز شروع نہ کریں اور اگر وہ شروع کر ہی دیں تو آپ ان کے پیچھے نہ چلیں بلکہ ان کو اسی پہلے مسئلہ کی طرف کھینچ کر لے آئیں۔

۴۔ بے علم یا کم علم آدمی دلائل پیش کرنے کی بجائے شور مچا کر آواز اونچی کر کے تیز تیز بول کر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے اور اکثر غیر متعلقہ باتیں کرتا ہے۔یہی عادت غیر مقلدین کی ہے اس لیے غیر مقلد جتنا شور مچائے آپ حلم و وقار کے ساتھ سنتے رہیں جب وہ

خاموش ہو تو زیر بحث موضوع پر آپ بات کریں اور وقت ضائع کرنے پر اس کو تنبیہ کریں۔ اور اس کی غیر متعلقہ باتوں کے جواب کے درپے نہ ہوں۔ اور اگر خاموش نہ ہو تو اس کے ساتھ وقت طے کر لیں کہ فریقین میں سے ہر ایک پانچ پانچ منٹ بات کریگا۔ اس ترتیب سے زیر غور مسئلہ پر بحث کو مکمل کریں۔

۵۔ دانشمندوں کا قول ہے عالم کو قائل کرو دلیل سے اور جاہل کو قائل کرو سوال سے۔ دراصل عالم میں علم و شعور اور ذہنی وسعت ہوتی ہے۔ وہ دلائل کو سنے گا غور کریگا تو مان جائیگا۔ بشرطیکہ مخلص ہو جبکہ جاہل آدمی شعور و آگہی سے خالی ہوتا ہے۔ اس میں دلائل کو سمجھنے اور سمجھ کر سوچنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر سوال کیا جائے تا کہ وہ اپنے آپ کو عاجز پا کر بات مان لے۔ چونکہ آجکل اکثر غیر مقلدین جاہل ہیں۔ لیکن چند اردو رسالے پڑھکر انہوں نے عالم ہونے کا روپ دھارا ہوا ہے۔ اور جو چند غیر مقلدین کچھ علم پڑھے ہوئے ہیں۔ وہ بوجہ ضد و تعصب جاہلوں کی روش اختیار کر چکے ہیں اس لیے اب غیر مقلد عالم ہو یا غیر عالم سب کو قائل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ سوالات کا طریقہ کار اختیار کیا جائے اور سوالات وہ کیے جائیں جو کتاب و سنت میں صراحتاً مذکور نہ ہوں مگر پیش آتے رہتے ہوں۔ احقر کے رسالے " خدا کے واسطے مجھے اہلِ حدیث بنالو' اور اشتہار " میں اہلحدیث کیوں نہیں ہوا" میں لاجواب سوال ہیں اور حضرت مولانا محمد امین صفدر دامت برکاتہم کے مضامین کے مجموعہ " تجلیاتِ صفدر " میں سینکڑوں سوالات موجود ہیں۔ غیر مقلدین کے ڈھول کا پول کھولنے کے لیے یہ بہترین طریقہ ہے۔

۶۔ اگر کوئی آدمی خالی الذہن ہو یا متردد ہو تو اس کو اپنا موقف خوب دلائل اور وضاحت کے ساتھ سمجھائیں اور غیر مقلدین کے دھوکے بھی بتائیں اور غیر مقلدین کا عمل و موقف اس کو سمجھائیں اور تحریر بھی کر دیں اور اس کو بتا دیں کہ اگر غیر مقلد کے ساتھ اس کی بات ہو تو وہ اس موقف پر ان سے حدیث تحریر کرائے۔ اور اگر کوئی پکا غیر مقلد مسئلہ سمجھنا چاہے تو اس کی مثال جلی روٹی کی طرح ہے اس کا ٹھیک ہونا مشکل ہے۔ کہ اس کے دل میں علماء اور اہل اللہ کی تحقیر اور گستاخی آچکی ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ بحث کرنے اور اس کو زبانی سمجھانے سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ایک مضبوط دلیل تحریر کر دیں۔ اور

ان کا موقف وعمل لکھ کر اس پر ان سے صحیح صریح مرفوع حدیث کا مطالبہ کریں اور ساتھ نوٹ لکھ دیں۔

(نوٹ) غیر مقلدین اہل سنت والجماعت کی دلیل کا ضعف اور اپنی حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کرینگے۔ کیونکہ ان کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے لہذا وہ امتیوں کے اقوال کی تقلید کر کے مشرک ہونے سے بچیں گے۔

۷۔ غیر مقلدین کو گفتگو کے دوران اپنے مذکورہ بالا تین اصولوں کا پابند کیا جائے اور جہاں وہ کسی امتی کا قول پیش کریں یا قیاس ورائے چلائیں تو اس کو منع کر دیں کہ وہ اپنے اصول کے مطابق اس شرک وشیطنت سے باز رہیں۔ ان کو اپنے اصولوں سے ہر گز منحرف نہ ہونے دیا جائے۔ یعنی گفتگو میں صرف قرآن وحدیث پڑھتا جائے اور ترجمہ کرتا جائے نہ امتی کا قول پیش کرے نہ رائے اور نہ ہی اپنی رائے قرآن وحدیث میں شامل کرے۔ غیر مقلدین کی عادت ہے کہ وہ اپنی رائے کو بھی قرآن وحدیث کا عنوان دیتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ ان کی رائے کاغذ پر لکھ کر ان سے مطالبہ کریں کہ وہ ایسی صریح آیت یا صحیح صریح مرفوع حدیث پیش کریں جس کا ترجمہ وہی ہو جو انہوں نے کہا اور وہ کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔ اور اس میں بھی تمہاری اپنی یا کسی دوسرے امتی کی رائے شامل نہ ہو۔

مثال نمبر 1: میں نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب کو کہا کہ آپ حدیث کی تعریف کریں۔ اس نے تعریف یوں کی حدیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل اور تقریر (یعنی کسی دوسرے آدمی کے کام پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خاموش رہنا) کو کہتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا آپ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس کا ترجمہ یہی ہو وہ کہنے لگے ایسی کوئی آیت یا حدیث نہیں! میں نے پوچھا آپ نے تعریف کیسے کی؟ وہ کہنے لگے محدثین نے یہی تعریف کی ہے میں نے کہا تعریف میں آپ نے محدثین کی تقلید کی ہے۔ لہذا اب آپ وہ حدیث پڑھیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ فقہاء ومجتہدین کی تقلید شرک ہے۔ محدثین کی تقلید شرک نہیں! وہ کہنے لگا ایسی کوئی حدیث نہیں! میں نے کہا اگر ایسی کوئی حدیث نہیں تو آپ نے یقیناً اس تعریف میں محدثین کی تقلید کی ہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ کو اس شرک سے توبہ بھی کرنی چاہیے

اور تجدید نکاح بھی کرنا چاہیے۔
مثال نمبر 2: ایک غیر مقلد مناظر سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ سنت کی تعریف کریں۔ وہ صاحب کہنے لگے سنت اور حدیث ایک چیز ہے میں نے یہ الفاظ کاغذ پر لکھ لیے اور مناظر صاحب سے کہا کہ آپ کوئی قرآن کی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں صراحت ہو کہ سنت اور حدیث ایک چیز ہے۔ وہ کہنے لگا یہ بات قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ میں نے کہا پھر تو یہ امتی کی رائے ہوئی اور تمہارے اصول کے مطابق دینی امور میں رائے کو شامل کرنا شیطان کا کام ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سنت اور حدیث ایک چیز ہے تو تم سینکڑوں سنتوں کے تارک ہو حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر بالغ آدمی کو اپنا دودھ پلایا (صحیح مسلم ج ۱، ص ۴۶۹) غیر مقلد مرد وزن سب اس دودھ پینے پلانے کی سنت سے محروم ہیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا (صحیح بخاری ص ۳۵) لیکن غیر مقلد مرد وزن اس سنت کے تارک ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے بعد اپنی بیوی کے بوسے لیے پھر آ کر نماز پڑھائی (ترمذی ص ۲۵) مگر غیر مقلد آئمہ اور ان کے مقتدی حضرات اس سنت سے غافل ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نواسی امامہ کو کندھوں پہ اٹھا کر نماز پڑھی (صحیح بخاری، ص ۷۴) غیر مقلدین اپنی بچیوں کو مسجد میں لاتے ہیں نہ ان کو کندھوں پہ اٹھا کر نماز پڑھتے ہیں اللہ آپ لوگوں کو اپنی مردہ سنتوں کو زندہ کرنے کی توفیق دے۔ وہ بوکھلا کر اور جھلا کر کہنے لگا سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں۔ میں نے کہا آپ کوئی آیت پڑھیں یا حدیث سنائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو کہتے ہیں! وہ کہنے لگا کہ ایسی آیت یا حدیث تو نہیں ہے میں نے کہا پھر تو یہ امتی کی رائے ہے جو تمہارے ہاں معتبر نہیں! نیز مذکورہ بالا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چار طریقے مذکور ہوئے ہیں۔ سب غیر مقلدین ان کے تارک ہیں۔ وہ پریشان ہو کر کہنے لگا سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جو آپ کے ساتھ خاص نہ ہو۔ میں نے کہا کہ آپ کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جسکا ترجمہ یہی بنتا ہو۔ نیز مذکورہ بالا چار طریقوں کے متعلق چار حدیثیں سنائیں۔ جن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان طریقوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو۔ ورنہ آپکو اپنی اور دوسرے امتیوں کی یہ

رائے چھوڑ دینی چاہیے۔وہ کہنے لگا سنت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کو کہتے ہیں جس کو آپ نے خود کیا ہو اور امت کو اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہو میں نے کہا کہ آپ وہ آیت یا حدیث سنائیں جس میں سنت کی یہ تعریف کی گئی ہے۔جس کا ترجمہ یہی ہو۔نیز آپ وہ حدیث سنائیں جس میں رکوع سے پہلے رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے کا حکم ہو۔اور آپ نے نماز میں سر ننگا کرنے۔فرضوں کی چھ رکعتوں میں آمین اونچی کہنے کا اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ کہنے کا۔ سینے پر ہاتھ باندھنے کا،ٹانگیں چوڑی کرنے کا حکم دیا ہو۔وہ عاجز آکر کہنے لگا میں تحقیق کرونگا۔میں نے کہا تحقیق کرونگا کا مطلب یہ ہے کہ اب تک آپ تقلید کرتے رہے اور چونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے اس لیے آپ تحقیق بعد میں کریں پہلے اس شرک سے توبہ کر کے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کریں۔وہ کہنے لگا آپ سنت کی تعریف کریں میں نے کہا سنت اس جاری طریقہ کو کہتے ہیں جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفاء راشدین کی طرف سے جاری کیا گیا۔وہ کہنے لگا آپ اس پر کوئی آیت یا حدیث پڑھیں جس میں یہ تعریف ہو میں نے کہا تعریفات قرآن وحدیث میں نہیں ہوتیں یہ ماہرین فن کرتے ہیں۔سنت کی یہ تعریف فقہاء نے کی ہے جو ماہرین شریعت ہیں اور ہم نے اس کو تسلیم کر لیا ہے۔

مثال نمبر 3: ہمارے بعض نوجوانوں نے غیر مقلد علماء سے کہا کہ آپ کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اسی ترتیب کے ساتھ اکٹھا قرآن میں دکھادیں۔یا صحاح ستہ کی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھادیں جس میں آپ نے صحابہ کرامؓ کو یہ کلمہ سکھا یا ہو اور امت کو اس کے پڑھنے کا حکم دیا ہو یا آپ حضرات اعلان کریں اور لکھ کر دیں کہ یہ کلمہ غلط ہے ایک علامہ صاحب فرمانے لگے دراصل کلمہ طیبہ جھنڈے پر لکھنے کیلئے ہے اور اشہد والا کلمہ پڑھنے کیلئے ہے۔ہمارے ایک سنی نوجوان نے غیر مقلد علامہ صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھی اور مطالبہ کیا کہ آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائیں جس میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہو اور اگر حدیث نہیں تو یہ تمہاری اپنی رائے ہے اور جب تم وحی کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو نہیں مانتے تو ہم تمہاری رائے کیسے تسلیم کرلیں۔

مثال نمبر 4: اتحاد اہل السنت والجماعت کا ایک نوجوان غیر مقلد شیخ الحدیث کے پاس گیا اور پوچھا کہ حضرت رفع یدین کی کوئی صحیح حدیث ہے؟ شیخ الحدیث صاحب نے کہا بے شمار ہیں نوجوان نے کہا جناب مجھے ایک حدیث لکھ کردے دیں۔ شیخ الحدیث صاحب نے کاغذ لیا اور حضرت ابن عمرؓ والی رفع یدین کی حدیث لکھ کر دے دی نوجوان نے کہا جی وہ ترک رفع یدین والی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث بھی تو موجود ہے؟ شیخ الحدیث صاحب نے کرخت اور سخت آواز میں دانت پیستے ہوئے کہا وہ ضعیف ہے ضعیف! نوجوان نے سوال کیا جناب حضرت عبداللہ عمرؓ کی حدیث کو صحیح اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ضعیف اللہ نے کہا یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اللہ نے فرمایا ہے تو فرمان خدا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنائیں جس میں ان دونوں حدیثوں کے صحیح وضعیف ہونے کا فیصلہ ہے تو شیخ الحدیث صاحب کہنے لگے حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں فرماتے بلکہ اس کا فیصلہ محدثین کرتے ہیں محدثین جس حدیث کو صحیح لکھ دیں۔ ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جس کو وہ ضعیف لکھ دیں ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نوجوان نے کہا شیخ الحدیث صاحب! آپ کے نزدیک تو وحی کے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی حجت نہیں تو اب امتیوں کی رائے کو حجت مان رہے ہو، نیز حدیث کو لینے اور چھوڑنے میں تم محدثین کی تقلید کر رہے ہو حالانکہ تقلید آپکے نزدیک شرک ہے لہذا آپ محدثین کی رائے کو حجت ماننے اور انکی تقلید کرنے کی وجہ سے اہل حدیث نہ رہے بلکہ اہل رائے اور اہل شرک بن گئے۔

مثال نمبر 5: اتحاد اہل السنت والجماعت کے ایک اور نوجوان نے ایک غیر مقلد مفتی سے پوچھا جناب یہ فرمایئے رفع یدین کے بغیر نماز ہو جاتی ہے؟ مفتی صاحب فرمانے لگے رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے! نوجوان نے کہا کہ اگر رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے تو پھر سب غیر مقلدین کی نماز باطل ہے مفتی صاحب نے کہا وہ کیسے؟ نوجوان نے کہا وہ ایسے کہ غیر مقلدین کے مایہ ناز علامہ ناصر البانی نے اپنی کتاب صفت الصلوۃ کے ص ۱۲۱، ص ۱۳۵، ص ۱۳۶ پر لکھا ہے کہ سجدہ سے پہلے اور سجدہ کے بعد بھی رفع یدین ہے اور ص ۱۲۱ کے حاشیہ میں ناصر البانی صاحب نے لکھا کہ دس صحابہ کرامؓ سے رفع یدین عند السجود

کی روایات ہیں اور چار رکعتوں میں آٹھ سجدے آتے ہیں اور ہر سجدہ سے پہلے اور بعد رفع یدین ہے تو آٹھ سجدوں کے رفع یدین سولہ بنتے ہیں غیر مقلدین ان سولہ رفع یدین کے تارک ہیں اس لئے انکی نماز باطل ہے غیر مقلد مفتی صاحب کہنے لگے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سجود میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔نوجوان نے کہا مفتی صاحب! مسئلہ تو بڑا الجھ گیا کیونکہ رفع یدین عند السجود کے بارے میں حدیثوں میں تضاد ہے ناصر البانی کی تحقیق کے مطابق دس صحابہ کرام سجدوں کے رفع یدین کا اثبات کرتے ہیں جبکہ بقول آپ کے حضرت ابن عمرؓ نفی کرتے ہیں۔اس کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بتائیں کیا ہے؟ مفتی صاحب نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ سجدوں میں پہلے رفع یدین ہوتا تھا پھر منسوخ ہو گیا۔نوجوان نے مفتی صاحب کی یہ بات کاغذ پر لکھ لی پھر سوال کیا کہ جناب مفتی صاحب یہ فیصلہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یا آپکا یا کسی دوسرے امتی کا؟ اگر نبی علیہ السلام کا فیصلہ ہے تو وہ حدیث سناؤ جس میں یہ فیصلہ و نبوت مذکور ہے۔اور اگر آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ دینی مسئلہ میں رائے شامل کرنے کی وجہ سے شیطان بن گئے۔اور اگر کسی دوسرے امتی کی رائے ہے اور آپ اس کی تقلید کر رہے ہیں جو صحیح نہیں اس لئے کہ آپ کے ہاں انبیاء علیہم السلام کی رائے بغیر وحی کے معتبر نہیں تو تمہاری رائے کا کیا اعتبار! آپ نے ان مثالوں سے اندازہ لگا لیا ہوگا۔کہ غیر مقلدین عمل کرتے ہیں اپنی رائے پر لیکن منافقین کی طرح دھوکہ دینے کیلئے نام لیتے ہیں قرآن وحدیث کا!

۸۔ حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ فرمایا کرتے تھے غیر مقلدین اتنے خدا سے نہیں ڈرتے جتنے ٹیپ ریکارڈر سے ڈرتے ہیں کہ اس لیے جب کوئی اہم گفتگو ہو تو ٹیپ ریکارڈر لگا لیا کریں تاکہ غیر مقلدین ٹیپ کے ڈر سے جھوٹ، بدزبانی اور کہہ مکرنی کی عادت سے بچنے کی کوشش کریں۔

دو ہاتھ سے مصافحہ

سوال: مصافحہ ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دو ہاتھ سے؟

جواب: دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہے۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶ پر اس مسئلہ کیلئے دو باب قائم کیے ہیں۔ باب المصافحہ اور باب الاخذ بالیدین۔ پہلے باب میں امام بخاریؒ نے صرف یہ بتایا ہے۔ کہ مصافحہ سنت ہے اس لیے امام موصوف نے چار دلیلیں پیش فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ **عَلَّمَنِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم التَّشَہُّدَ وَکَفِّیْ بَیْنَ کَفَّیْہِ.** نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپکے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ یعنی بحالت مصافحہ۔

۲۔ حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں آیا تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت طلحہؓ بن عبداللہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک باد دی۔

۳۔ حضرت قتادہؒ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کیا اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مصافحہ کا رواج تھا؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا جی ہاں۔

۴۔ عبداللہ بن ہشامؓ کہتے ہیں کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ یعنی یہ ہاتھ پکڑنا بطور مصافحہ کے تھا پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مصافحہ سنت ہے۔ دوسرے باب میں امام بخاریؒ نے مصافحہ کا طریقہ بتایا ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ ہے۔ اس کیفیت کے ساتھ کہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے بھی جائیں نہ یہ کہ صرف ہاتھ ملا دیئے جائیں۔ کیونکہ مصافحہ کے وقت ہاتھوں کے پکڑنے میں اظہار محبت ہے بلکہ جس قدر محبت اور بے تکلفی زیادہ ہوتی ہے۔ مصافحہ میں اتنے ایک دوسرے کے ہاتھ زیادہ دبائے جاتے ہیں۔ اس کے لئے امام بخاریؒ نے بطور ثبوت کے تبع تابعین کے عمل کو پیش کیا ہے فرمایا۔ **وَصَافَحَ حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ اِبْنَ الْمُبَارَکِ بِیَدَیْہِ۔** یعنی حماد بن زید نے عبداللہ ابن مبارکؒ کے ساتھ دو ہاتھوں سے مصافحہ

کیا۔ نیز عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد اس حالت میں سکھایا کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ پہلے اسی حدیث سے امام بخاریؒ نے مصافحہ ثابت کیا اور اب اسی حدیث سے دو ہاتھوں کے ساتھ پکڑنا ثابت کرر ہے ہیں۔ سو امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ مصافحہ دو ہاتھوں کے ساتھ اس طور پر کیا جائے کہ ہاتھوں کو پکڑا جائے نہ یہ کہ ایک آدمی اپنے ہاتھ دوسرے آدمی کے ہاتھ پر رکھ دے اور صرف ملا دے بلکہ ایک دوسرے کے ہاتھوں کو پکڑ لیں کہ اس میں اظہار محبت ہے اس سے ثابت ہوا کہ مصافحہ دو ہاتھ سے ہے دراصل جیسے ہندو سماج سے متاثر ہو کر ہمارے بعض مسلمانوں نے ہندوانی رسموں کو اختیار کر رکھا ہے۔ اور ان کو سنت کا نام دیتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو اپنی محسن گورنمنٹ برطانیہ کے زیر احسان آگئے اور اپنی مادر مہربان ملکہ وکٹوریہ کے دودھ پر پلے انہوں نے بھی اپنے آقا انگریزوں کی بعض عادات اختیار کر لیں مثلاً ننگے سر پھرنا۔ سر ننگا کر کے جوتی پہن کر عبادت کرنا اور انتہا یہ کہ ان لوگوں نے انگریزی طریقہ کو سنت اور سنت نبویہ کو بدعت کہنا شروع کر دیا ہے۔

دھوکہ نمبر ۱: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ہاتھ ہے؟

جواب ۱: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ تھے ہمیں سنت نبویہ اختیار کرنی چاہیے۔

جواب ۲: جب دو ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے تو درمیان میں ایک ہاتھ آتا ہے دوسرا باہر کی جانب رہتا ہے۔ اس لیے دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا کہہ سکتا ہے۔ میرا ہاتھ اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔ یہی کچھ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک ہاتھ تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھ ہوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک ہاتھ ہو کیونکہ بڑے چھوٹے کے حوالے سے بھی اس صورت کو دیکھا جائے تو بڑی بے ادبی اور گستاخی ہے کہ بڑا آدمی دو ہاتھ سے مصافحہ کرے اور چھوٹا ایک ہاتھ سے اور یہاں تو امتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے!

جواب نمبر ۳: اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ حضرت ابن مسعودؓ اپنے ایک ہاتھ کا ذکر فرما رہے ہیں تو اس وجہ سے نہیں کہ انہوں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرتے وقت آپکا جو ہاتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے

درمیان آیا تھا آپ بطور اظہار مسرت کے اپنے اس ہاتھ کی خصوصیت بتا رہے ہیں کہ میرا یہ ہاتھ اتنا خوش نصیب ہے جو سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ہاتھوں کے درمیان آیا ہے۔

دھوکہ نمبر۲: مصافحہ کا معنی ہے ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی کے ساتھ ملنا۔ پس لفظ مصافحہ کا تقاضا یہ ہے کہ مصافحہ ایک ہاتھ کے ساتھ ہو!

جواب: جب دو ہاتھوں کے ساتھ مصافحہ کیا جائے تب بھی آپس میں دو ہی ہتھیلیاں ملتی ہیں نہ کہ چار۔

دھوکہ نمبر۳: بعض حدیثوں میں ید کا لفظ آیا ہے اور ید واحد ہے مطلب یہ کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔

جواب: قرآن وحدیث کے سمجھنے کیلئے جہاں بہت سے علوم میں مہارت ضروری ہے۔ وہاں عرب کے قدیم محاورات اور عربی الفاظ کے استعمالات پر بھی پورا پورا عبور ضروری ہے۔ ہر زبان میں واحد کا صیغہ دو طرح استعمال ہوتا ہے: (۱) بطور مفرد یعنی اس سے ایک فرد مراد ہو۔ (۲) بطور جنس اس وقت صیغہ واحد کا ہوتا ہے۔ لیکن اس سے متعدد افراد مراد ہوتے ہیں جیسے ہم کہا کرتے ہیں۔ مجھے انگور دیدو۔ مجھے فالسہ دیدو۔ اسکا یہ معنی نہیں کہ مجھے ایک انگور اور ایک فالسہ دے دو۔ میں نے تجھے اپنی آنکھ سے کھڑا دیکھا ہے۔ میں نے اپنے کان سے تیری بات سنی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے صرف ایک آنکھ سے دیکھا ہے اور ایک کان سے بات سنی ہے۔ یہاں مفرد صیغہ جنس کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جس سے دونوں آنکھیں اور دونوں کان مراد ہیں۔ اسی طرح عربی میں بھی واحد کا صیغہ بطور جنس استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ایک دعا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا۔ اے اللہ میری آنکھوں میں نور پیدا فرما۔ اور میرے کانوں میں نور پیدا فرما۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ ۔ مسلمان وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہیں مَنْ رَّاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ ۔ جو تم میں سے برائی کو دیکھے پس وہ اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ یہاں صیغے واحد کے ہیں لیکن قطعاً یہ مطلب نہیں کہ میری صرف ایک آنکھ اور صرف ایک کان میں نور پیدا فرما۔ مسلمان اس کے صرف ایک ہاتھ سے محفوظ رہیں، اور اپنے ایک ہاتھ سے برائی کو مٹائے،

بلکہ واحد سے جنس والا معنی مراد ہے۔ اسی طرح غیر مقلدین جن حدیثوں سے ایک ہاتھ کا مصافحہ ثابت کرتے ہیں وہاں ید سے جنس والا معنی مراد ہے۔ حدیث پاک میں ہے مصافحہ کرنے سے گناہ جھڑتے ہیں کیا صرف ایک ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت ہے دوسرے ہاتھ کے گناہ جھاڑنے کی ضرورت نہیں؟

صحیح بخاری کا انکار اور امام بخاریؒ پر اعتراض

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث بالا پر صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۲۶ میں باب المصافحہ قائم کر کے اس سے مصافحہ کا سنت ہونا ثابت کیا ہے لیکن غیر مقلد حکیم محمد اسرائیل سلفی و دیگر غیر مقلدین صحیح بخاری کے اس باب کے منکر ہیں حکیم صاحب اپنے رسالہ التحفۃ الحسنی کے ص ۳۹ پر لکھتے ہیں اس حدیث کا مصافحہ سے ذرا بھی تعلق نہیں۔ پنجابی میں کہاوت ہے آکھاں دھی نوں۔ سناواں نہہ نوں۔ حکیم صاحب نے روئے سخن حنفیوں کی طرف رکھ کر امام بخاریؒ کو خوب کوسا ہے اور کھری کھری سنائی ہیں لکھتے ہیں سخت تعجب ہے ان مقلدین احناف پر کہ جو احادیث صحیحہ سے مصافحہ ثابت ہوتا ہے اس کے انکاری ہیں۔ اور جو حدیث سے ثابت نہیں ہوتا اسے ثابت کرنیکی سعی لا حاصل کرتے ہیں اور بخاری شریف کی دہائی دیکر جاہل عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں مگر انکو معلوم رہے کہ یہ حدیث دانی اور حدیث فہمی نہیں بلکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مذاق ہے۔ (التحفۃ الحسنی ص ۳۸)

اہل حدیث یا شیعہ

امام بخاریؒ نے خیر القرون کے دو عظیم محدث حماد بن زیدؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ کے دو ہاتھوں کیساتھ مصافحہ کے عمل کو دلیل کے طور پر پیش کیا تو حکیم صاحب جو اسکا جواب دیتے ہیں وہ سینہ پر ہاتھ رکھ کر، دل تھام کر، صحابہ کرامؓ کے ساتھ عظمت و محبت کے جذبات کو قابو میں رکھ کر سنئے! وہ لکھتے ہیں جب صحابی کا قول ہی حجت نہیں تو تابعین اور تبع تابعین وغیرہ کے اقوال کیونکر حجت ہو سکتے ہیں۔

فائدہ: دو تبع تابعین کے عمل سے استدلال اس بات کا ثبوت ہے کہ امام بخاریؒ، صحابہ کرامؓ، تابعین عظام اور تبع تابعین حضرات کے اقوال و افعال اور اُنکی آراء کو مانتے ہیں۔

جبکہ غیر مقلدین ان کے منکر ہیں بلکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو بھی حجت نہیں مانتے (طریق محمدی ص ۵۷) لہٰذا غیر مقلدین کا صحیح بخاری سے تعلق ہے نہ امام بخاریؒ سے انکا راستہ ہی امام بخاریؒ سے جدا ہے۔

تین سوال

۱۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ سے مصافحہ ثابت ہے غیر مقلدین کہتے ہیں اس سے مصافحہ ثابت نہیں ہوتا ان میں سے کون صحیح اور کون غلط ہے؟

۲۔ حماد بن زیدؒ اور عبداللہ ابن مبارکؒ دو ہاتھوں کیساتھ مصافحہ کرنے سے بدعتی ہوئے ہیں یا نہیں؟

۳۔ امام بخاریؒ نے ان دونوں تبع تابعین کے فعلی اثر کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے کیا امام بخاریؒ ان دو امتیوں کے فعلی اثر کی تقلید کر کے مشرک ہوئے ہیں یا نہیں اور جب تک صحیح بخاری میں یہ اثر اور اس جیسے دوسرے آثار صحابہ وغیرہ موجود ہیں۔ انکی وجہ سے امام بخاریؒ کو شرک کا گناہ ہو رہا ہے یا نہیں جب صحیح بخاری میں ایسا شرک موجود ہے تو صحیح بخاری لکھ کر امام بخاریؒ نے نیکی کا کام کیا ہے یا گناہ کا؟

نوٹ: اگر غیر مقلدین حدیث صحیح صریح مرفوع متصل پیش کر دیں۔ جس میں صراحت ہو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ کے وقت بائیں ہاتھ کو دور رکھنے کا حکم دیا ہو یا صراحت ہو کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور بائیں ہاتھ کو دور رکھا ساتھ نہ لگایا۔ یا اسی صراحت کے ساتھ کسی صحابی یا تابعی کا اثر دکھا دیں اور اس کی صحت بھی امتیوں کی تقلید کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا

سوال: ننگے سر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ننگے سر نماز کی چند صورتیں ہیں:

(۱) مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے۔

(۲) سستی کیوجہ سے کسی وقت ننگے سر نماز پڑھی جائے تو مکرہ تنزیہی ہے جسکی وجہ سے ثواب کم ہو جائے گا۔

(۳) ننگے سر نماز کو سنت سمجھے بغیر عادت بنالی جائے تو مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) ننگے سر نماز کو سنت سمجھ کر اختیار کرنا بدعت ہے۔

(۵) ننگے سر نماز کو افضل و سنت سمجھنا اور نماز میں سر ڈھانپنے کو حقیر جاننا کفر ہے ملاحظہ کیجئے۔ (فتاوی عالمگیری ج۱ص۱۰۶ اور مختار ج ج۱ص۴۷۴ ردالمختار ج۱ص۴۸۲ فتاوی قاضیخان ج۱ ص۱۱۸)

قرآن کریم میں حکم ہے۔﴿خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ نماز کے وقت اپنا خوبصورت لباس اختیار کرو۔ چونکہ عمامہ اور ٹوپی بھی لباس میں شامل ہے لہذا اس آیت کے بموجب نماز میں عمامہ یا ٹوپی پہننا چاہئے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک باب ہے۔ "بَابُ مَنْ كَانَ يَسْجُدُ عَلٰى كَوْرِ الْعَمَامَةِ وَلَا يَرٰى بِهٖ بَأْسًا" ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں درج ہیں دوسرا باب ہے۔ "بَابُ مَنْ كَرِهَ السُّجُوْدَ عَلٰى كَوْرِ الْعَمَامَةِ" ان لوگوں کے دلائل کا بیان جن کے نزدیک پگڑی کے بل پر سجدہ مکروہ ہے اس باب میں بارہ احادیث ہیں صرف ان دو بابوں کی بیس حدیثوں کو ہی دیکھ لیں تو ان سے ثابت ہوتا ہے کہ سنت طریقہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہے۔

غیر مقلد علماء کی تحقیق

۱۔ جماعت اہل حدیث کے بانی شمس العلماء شیخ الکل فی الکل میاں نذیر حسین فرماتے ہیں جمعہ کی نماز ہو یا کوئی اور نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام عمامہ باندھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اس شہنشاہ احکم الحاکمین نے اپنے دربار میں حاضر ہونے کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ تم لوگ ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے لے لیا کرو۔ یعنی اپنے کپڑے پہن کر نماز پڑھا کرو۔ اور کپڑے میں عمامہ بھی داخل ہے۔ کیونکہ عمامہ ایک مسنون کپڑا ہے۔

(فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۳۷۲)

۲۔ مشہور غیر مقلد عالم مولانا سید داود غزنوی اور مولانا عبد الجبار غزنوی فرماتے ہیں ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گذری جس میں بصراحت مذکور ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرامؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز با جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائے کہ معمول بنالیا ہو اس لئے اس بد رسم کو جو پھیل رہی ہے بند کرنا چاہیے اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبیہ ہوگا۔ اور اگر سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسند عمل ہے۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۲۹۰ تا ص ۲۹۱)

۳۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا پگڑی سے ہو یا ٹوپی سے (فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۵۲۴)

۴۔ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ صاحب فرماتے ہیں غرض کسی حدیث سے بھی بلا عذر ننگے سر نماز کو عادت اختیار کرنا ثابت نہیں۔ محض بے عملی یا بد عملی یا کسل (سستی) کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں۔ العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ) نیز فرماتے ہیں کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔

(فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۸۶ تا ۲۸۹)

۵۔ شیخ الحدیث مولانا ابو سعید شرف الدین فرماتے ہیں بحکم خذوا زینتکم عند کل مسجد (ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہنو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر پر عمامہ رکھنے سے عمامہ سنت

ہے۔اور ہمیشہ ننگے سر کو نماز کا شعار بنانا بھی ایجاد بندہ (یعنی بدعت) ہے اور خلاف سنت ہے۔
(فتاوی ثنائیہ ج ا ص ۵۹۲)

۶۔ غرباء اہل حدیث کے امام ومفتی مولانا عبدالستار صاحب فرماتے ہیں ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولیٰ وافضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زیب وزینت ہے۔
(فتاوی ستاریہ ج ۳ ص ۵۹)

۷۔ غیر مقلد عالم مولانا عبدالمجید سوہدروی فرماتے ہیں ننگے سر نماز ہو جاتی ہے۔مگر بطور فیشن لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل یہ عادت بنالینا جیسا کے آجکل دھڑلے سے کیا جارہا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔
(فتاوی علماء حدیث ج ۴ ص ۲۸۱)

۸۔ غیر مقلدین کے شیخ العرب والعجم مولانا سید محب اللہ شاہ راشدی فرماتے ہیں یہ کہنا کہ سر ڈھانپنے پر پسندیدہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اس سے راقم الحروف کو اختلاف ہے۔ احادیث کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر و بیشتر اوقات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سر پر عمامہ باندھے رہتے یا سر پر ٹوپیاں رکھتے تھے۔اور راقم الحروف کے علم کی حد تک سوائے حج وعمرہ کے کوئی ایسی صحیح حدیث دیکھنے میں نہیں آئی جس میں یہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ننگے سر گھومتے پھرتے تھے۔یا کبھی سر مبارک پر عمامہ وغیرہ تھا لیکن مسجد میں آکر عمامہ وغیرہ اتار کر رکھ لیا اور ننگے سر نماز پڑھنی شروع کی۔۔۔۔۔۔ہم نے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو دیکھا وہ اکثر و بیشتر سر ڈھانپ کر چلتے پھرتے اور نماز پڑھتے ہیں یہ آجکل نئی نسل خصوصا اہلحدیث جماعت کے افراد نے معمول بنا رکھا ہے اسے چلتے ہوئے فیشن کا اتباع تو کہا جاسکتا ہے۔مسنون نہیں۔(الاعتصام لاہور جلد ۴۵ شمارہ ۲۷ و ۳۰ جولائی ۱۹۹۳ء)

۹۔ غیر مقلدین کے مشہور عالم مورخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب فرماتے ہیں مشاہیرے علمائے حدیث ننگے سر نماز پڑھنے کو معیوب قرار دیتے تھے۔لیکن نئے دور کے اہلحدیث علماء ننگے سر نماز پڑھنے کے حق میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔(ماہنامہ الرشید لاہور)

نوٹ: اگر غیر مقلدین صحیح حدیث میں دکھادیں کہ پوری زندگی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یا کسی صحابیؓ نے کپڑا ہونے کے باوجود بغیر مجبوری کے مسجد میں فرض نماز ننگے سر پڑھی ہے اور اس حدیث کو امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر صحیح ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دینگے۔ دیدہ باید۔

نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ

سوال: نمازی کے دونوں پاؤں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟

جواب: امام اور منفرد اپنے جسم کی ساخت کے مطابق بغیر مشقت اٹھانے کے اس طرح نماز میں کھڑے ہوں کہ پاؤں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور قیام رکوع اور سجود کی حالت میں پاؤں ایک جگہ جمے رہیں۔ سجدہ کرتے وقت پاؤں کو پھیلانا یا سکیڑنا نہ پڑے اور تکبرانہ انداز بھی معلوم نہ ہو البتہ نماز باجماعت کی صف بندی کرنے میں دو چیزوں کی احادیث میں سخت تاکید کی گئی ہے۔

(۱) نمازی حضرات صف میں اس طرح پاؤں گھٹنے، کندھے اور گردنیں برابر کریں کہ صف بالکل سیدھی بن جائے کوئی نمازی بھی صف میں آگے پیچھے نہ ہو ورنہ صف ٹیڑھی ہو جائے گی۔

(۲) نمازی اتنے قریب قریب ہو کر کھڑے ہوں کہ دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ نہ رہے۔

جماعت کی صف بندی کے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف چہرہ کر کے تین مرتبہ فرمایا اپنی صفیں سیدھی کر لو اللہ کی قسم اگر تم اپنی صفیں سیدھی نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں باہمی مخالفت پیدا کر دیگا۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے گھٹنے کو اس کے گھٹنے سے اور قدم کو اس کے قدم سے ملاتا ہے۔ (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۷)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صفوں کو سیدھا کرو۔ کندھوں کو برابر کرو۔ خالی جگہوں کو پر کرو۔ اپنے بھائیوں کے آگے نرم رہو۔ اور شیطان کے لیے خالی جگہ نہ چھوڑو۔ (ابوداود ج ۱ ص ۹۷)

۳۔ حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں میں تم قریب قریب ہو جاؤ اور گردنیں برابر کرو۔

(ابوداؤد ج اص ۹۷) ان احادیث سے چند امور معلوم ہوئے۔(۱) اصل مقصود یہ ہے صفیں سیدھی ہوں اور نمازی اس طرح صف بندی کریں کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔ (۲) ٹخنے سے مراد قدم ہے یعنی پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانا کیونکہ ٹخنہ سے ٹخنہ تب مل سکتا ہے کہ دونوں پاؤں کو باہر کی جانب ٹیڑھا کیا جائے لیکن اس طرح نماز میں کھڑا ہونا مشکل ہے۔لہٰذا ٹخنہ سے مراد قدم ہے۔(۳) پاؤں وغیرہ کو حقیقتاً پاؤں کے ساتھ ملانا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہے قریب قریب کرنا کیونکہ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں تین چیزیں ملانے کا حکم ہے ٹخنہ، گھٹنہ، کندھا اور گھٹنا گھٹنے سے کسی صورت میں نہیں مل سکتا۔اور جب پاؤں ملانے کے لئے ٹانگیں چوڑی کریں گے تو کندھوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو جائیگا۔ اور اگر بالکل پاؤں کو پاؤں سے کندھے کو کندھے سے ملادیا جائے تو نماز پڑھنا بھی مشکل ہو جائیگا۔نمازیوں کی ایک دوسرے سے دھکم پیل ہوگی۔اس لیے نماز میں پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی کوشش میں لگا رہنا لغو حرکت ہے اور اپنی نماز کو ضائع کرنا ہے اور جس کو اصرار ہو کہ حدیث میں الزاق (ملانے) کا حکم ہے اس لیے وہ پاؤں سے پاؤں ملاتا ہے تو اس کو کہا جائے حدیث میں کعب (ٹخنہ) کا لفظ ہے لہٰذا دونوں طرف اپنے ٹخنے ملایا کرو۔نیز گھٹنے بھی ملایا کرو ایک طرف نمازی پست قامت ہو دوسری طرف طویل القامت ہو تو دونوں کے ساتھ کندھے بھی ملاؤ۔اس لئے غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ چھنگلی کو چھنگلی کے ساتھ یا پاؤں کو پاؤں کے ساتھ ملانے کی بیجا حرکت سے باز آئیں۔پس معلوم ہوا کہ اس سے مراد قریب قریب کھڑا ہونا ہے اس طور پر کہ درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔(۴) یہ بھی معلوم ہو گیا کہ پاؤں کا درمیانی فاصلہ شریعت میں مقرر نہیں البتہ جسمانی ساخت اور نماز میں خصوصاً سجدہ کی حالت میں پاؤں کو اپنی جگہ سے ہلانا نہ پڑے ورنہ نماز کے سکون کے خلاف ہوگا نیز کندھوں کے درمیان فاصلہ نہ ہو لہٰذا پہلے کندھے ملائیں پھر اسکے مطابق دونوں پاؤں رکھیں مشاہدہ یہ ہے کہ جو آدمی زیادہ جسیم وضخیم نہ ہو اس کے لیے چار انگلیوں سے چھ تک کا فاصلہ کافی ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین اپنی نماز درست کریں

آجکل غیر مقلدین حضرات جس قدر پاؤں کے درمیان فاصلہ کرتے ہیں۔اس سے نماز میں کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔(۱) پاؤں اتنے چوڑے رکھیں تو سجدہ اور سجدہ کے بعد بیٹھنا مشکل ہو جاتا ہے اس لیے وہ سجدہ میں سمیٹ لیتے ہیں۔کھڑے ہونے کے بعد پھیلا لیتے ہیں یہ نماز کے سکون کے خلاف ہے۔(۲) کندھوں کے درمیان فاصلہ بہت بڑھ جاتا ہے جو احادیث نبویہ کے خلاف ہے۔(۳) غیر مقلدین جیسے پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوتے ہیں اگر ان میں سے ہر دو نمازیوں کو سنی حضرات کی طرح اس طور پر کھڑا کریں کہ ہر ایک کے دونوں پاؤں کے درمیان چار چار انگشت کا فاصلہ ہو اور کندھے قریب قریب ہوں تو درمیان میں مزید ایک نمازی کی جگہ نکل آتی ہے پس اگر پچاس غیر مقلدین کی صف ہو اور وہ پاؤں پھیلا کر کھڑے ہوں تو درمیان میں کافی نمازیوں کی جگہ خالی رہ جاتی ہے۔جسکو وہ پاؤں پھیلا کر پر کرتے ہیں حالانکہ اس جگہ کو نمازیوں سے پر کرنے کا حکم ہے نہ کہ پاؤں پھیلا کر۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ تم میں سے بہتر وہ نمازی ہیں جو کندھوں کے اعتبار سے نرم ہیں یعنی جب دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور کوئی دوسرا نمازی درمیان میں آکر کھڑا ہونا چاہے تو ان کے کندھے رکاوٹ نہیں بنتے۔نیز بوقت صف بندی اگر دو نمازیوں کے درمیان خالی جگہ ہو اور ان کو قریب کیا جائے تو وہ قریب ہو جائیں۔یہ کہیں حدیث پاک میں نہیں کہ اگر خالی جگہ ہو تو اس کو پاؤں پھیلا کر پر کریں۔غیر مقلدین کی صفوں میں ہر دو غیر مقلدین کے درمیاں ایک نمازی کی جگہ خالی ہوتی ہے جسکو وہ ٹانگیں چوڑی کر کے پر کرتے ہیں جو مذکورہ بالا حدیث کے خلاف ہے اور صف بھی اس خلا کی وجہ سے ناقص رہتی ہے۔

(۴) چونکہ حدیث پاک میں پاؤں، گھٹنے، کندھے، قریب کرنے کا حکم ہے۔غیر مقلدین پاؤں تو خوب ملاتے ہیں لیکن گھٹنوں اور کندھوں میں فاصلہ بڑھا لیتے ہیں۔یہ بھی حدیث پاک کے خلاف ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِھِمْ جب غیر مقلدین مرد و زن نے حنفیوں کی ضد میں

ٹانگیں چوڑی کرنی شروع کر دیں تو غیر مقلدین علماء نے ان متعصب غیر مقلدوں کی اصلاح کے لئے فتوے بھی جاری کئے آپ وہ ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ مولانا عبداللہ روپڑی فرماتے ہیں بعض لوگ قدم زیادہ چوڑے کر کے کھڑے ہوتے ہیں جس سے کندھے نہیں ملتے وہ غلطی کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں جیسے قدم ملانے کا ذکر ہے کندھے ملانے کا بھی ذکر ہے۔

(فتاوی علماء حدیث ۲۱/۳)

۲۔ بعض غیر مقلدین کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں ملا لیتے ہیں پھر سجدہ میں ہٹا لیتے ہیں ان کو تنبیہ کرتے ہوئے مولانا روپڑی صاحب فرماتے ہیں پھر سجدہ میں اپنی جگہ سے ہٹائے جاتے ہیں پھر اٹھ کر ملائے جاتے ہیں جیسے جاہلوں کی عادت ہے ایسا جدا کرنا اور ملانا تو ٹھیک نہیں کیونکہ نماز میں بلاوجہ پاؤں کو ادھر ادھر کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ تمام نماز میں پاؤں ایک جگہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیئے تا کہ نماز میں فضول حرکت نہ ہو۔۔۔۔۔۔

(فتاوی علماء حدیث ۱۹۹/۳)

نوٹ: غیر مقلدین حضرات اپنے دعویٰ کے مطابق حدیث میں تاویل کیے بغیر حضرت نعمان بن بشیرؓ کی حدیث کے مطابق ٹخنہ سے ٹخنہ، گھٹنہ سے گھٹنہ، کندھا سے کندھا، ملا کر نماز شروع کر دیں۔ یا اپنا موجودہ عمل کہ کھڑے ہو کر پاؤں کو پاؤں سے ملانا اور ٹخنہ سے ٹخنہ، گھٹنہ سے گھٹنہ کندھے سے کندھا دور رکھنا کسی قولی یا فعلی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھا دیں۔ اور اسکی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھانا

سوال: سنی حضرات نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں جبکہ غیر مقلدین کندھوں تک اٹھاتے ہیں اصل حقیقت کیا ہے؟

جواب: نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟ اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا اَفْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے۔

۲۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: صَلَّیْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا اَفْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی حَاذَتَا اُذُنَیْہِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰) حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی پس جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتی کہ اپنے کانوں کے برابر کیے۔

۳۔ عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِ .....اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا صَلّٰی رَفَعَ یَدَیْہِ حِیْنَ یُکَبِّرُ حِیَالَ اُذُنَیْہِ (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتے تو تکبیر کے وقت ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے۔

۴۔ عَنْ مَالِکِ بْنِ الْحُوَیْرِثِؓ قَالَ رَاَیْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ دَخَلَ فِی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ ....حَتّٰی حَاذَتَا فُرُوْعَ اُذُنَیْہِ

(سنن نسائی ج ۱ ص ۱۴۰، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

حضرت مالک بن الحویرثؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے رسولؐ اللہ کو دیکھا جس

وقت آپ نماز میں داخل ہوئے تو اپنے دونوں کانوں کے کناروں تک ہاتھ اٹھائے۔

۵۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے رَئَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی تَکَادَ اِبْھَامَاہُ تُحَاذِیْ شَحْمَۃَ اُذُنَیْہِ (سنن نسائی ج اص ۱۴۱) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھ اٹھائے حتیٰ کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب تھے۔

۶۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے: اِنَّہٗ اَبْصَرَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ رَفَعَ یَدَیْہِ حَتّٰی کَانَتَا بِحِیَالِ مَنْکِبَیْہِ وحَاذٰی بِاِبْھَامَیْہِ اُذُنَیْہِ (سنن ابوداؤد ج اص ۱۰۵) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جس وقت آپ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے اور انگوٹھے کانوں کے برابر کیے۔

۷۔ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رَفَعَ یَدَیْہِ حِیَالَ اُذُنَیْہِ قَالَ. ثُمَّ اَتَیْتُھُمْ فَرَاَیْتُھُمْ یَرْفَعُوْنَ اَیْدِیَھُمْ اِلٰی صُدُوْرِھِمْ فِی افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃ وَعَلَیْھِمْ بَرَانِسُ وَاَکْسِیَۃٌ (سنن ابوداؤد ج اص ۱۰۵) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز شروع کی تو کانوں کے برابر ہاتھ اٹھائے پھر میں دوبارہ آیا تو میں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا کہ وہ نماز کے شروع میں اپنے سینوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اور ان پر ٹوپیاں اور چادریں ہیں۔

فائدہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی فقاہت اور اجتہادی رائے سے ان مختلف روایت کے درمیان تطبیق یوں دی کہ نمازی نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اس طرح اُٹھانے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہوں۔ اور انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے کناروں کے برابر ہوں تا کہ بیک وقت سب روایات پر عمل ہو جائے۔ باقی سینہ تک ہاتھ

اٹھانے کی روایت عذر و مجبوری پر محمول ہے جیسا کہ یہ جملہ کہ ان پر ٹوپیاں اور چادریں تھیں۔ اسی عذر کی نشاندہی کر رہا ہے کہ سردی کا موسم تھا چادریں لپٹی ہوئی تھیں۔اس عذر کیوجہ سے چادروں کے اندر ہی سینے تک ہاتھ اٹھائے۔

(نوٹ) اگر غیر مقلدین ان مختلف روایات کے درمیان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں دکھادیں۔ کہ آپ نے کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا حکم دیا ہو اور کانوں تک اٹھانے سے منع کیا ہو۔ یا آپنے اختیار دیا ہو کہ تمہیں اختیار ہے جیسے چاہو کرلو یا کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث راجح ہے۔ اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ ورنہ دھوکہ دینا چھوڑ دیں کہ ہم صرف قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں۔ اور تقلید نہیں کرتے۔

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا

سوال: کیا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ کے عمل سے ثابت ہے ملاحظہ کیجئے۔

۱. عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰)

حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے نماز میں اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھا۔

۲. عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْاَيْدِىْ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱ مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۰)

حضرت علیؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نماز کی سنت میں سے ہے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔

۳. قَالَ الْحَجَّاجُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ اَوْسَاَلْتُهٗ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ يَصْنَعُ قَالَ يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِيْنِهٖ عَلٰى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهٖ وَيَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۱ و آثار السنن ص ۷۱ وقال اسنادہ صحیح)

حضرت حجاج بن حسابؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابومجلزؒ سے سنا یا دریافت کیا کہ نمازی ہاتھ کس طرح رکھے تو انہوں نے کہا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے بیرونی حصہ پر رکھے اور اس کو ناف کے نیچے رکھے۔

۴. عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ يَضَعُ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۹۰ آثار السنن ص ۷۱ اسنادہ حسن)

غیر مقلدین کی گستاخی

غیر مقلد عالم مولانا محمد حنیف فرید کوٹی ان حدیثوں کی یوں توہین کرتا ہے۔آپ اور آپ کے مقتدی تو بالکل ہی آلہ تناسل پر ہاتھ باندھتے ہیں جس سے وضو ٹوٹ جانے کا خطرہ ہے۔(قول حق ص ۴۱)

نوٹ 1: غیر مقلد اپنا دایاں ہاتھ بائیں کہنی پر اور بایاں ہاتھ دائیں کہنی پر رکھ کر دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیتے ہیں اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل پر صحاح ستہ سے ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کردیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نوٹ 2: غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ص ۴۴۳ میں لکھا ہے سینے پر ہاتھ باندھنے کی احادیث بخاری اور مسلم اور ان کی شروح میں بکثرت ہیں نیز فتاوی ثنائیہ ج ۱ص ۴۵۷ میں لکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھا کرتے تھے۔صحیح بخاری میں بھی ایک ایسی حدیث آئی ہے۔اور مجاہدین لشکر طیبہ کا نصابی کتابچہ ریاض المجاہدین کے ص ۹۰ پر عنوان دیا سینے پر ہاتھ باندھنا۔اور حوالہ بخاری باب نمبر ۴۷۷ صفحہ ۳۷۱ ج ۱۔دیا ہے اسی طرح سنن نسائی کا حوالہ دیا ہے۔اگر وہ حدیث مع عربی متن وسند بخاری، مسلم، سنن نسائی میں دکھادیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دینگے۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

۵.عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ وَضَعَ الْكَفَّ عَلَى الْكَفِّ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(الجوہر النقی علی البیہقی ج۲ص۳۱ ج۲محلی ابن حزم ج۱)

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۶.عَنْ اَنَسٍ قَالَ ثَلاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِیْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاْخِیْرُ السُّحُوْرِ وَوَضْعُ الْیَدِ الْیُمْنٰی عَلَى الْیُسْرٰی فی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

(الجوہر النقی علی البیہقی ج۲ص۳۲ محلی ابن حزم ج۳ص۳۰)

حضرت انسؓ نے فرمایا تین باتیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں روزہ کے افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نماز میں ناف کے نیچے رکھنا۔

۷.عَنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٍّ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِی الصَّلٰوةِ وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ(دارقطنی والبیہقی مسند اہل بیت ص۱۷۴)

امیر المؤمنین علیؓ سے روایت ہے آپؓ نے فرمایا نماز میں سنت یہ ہے کہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اور ناف کے نیچے باندھے۔یاد رہے مسند اہل بیت غیر مقلدین کی کتاب ہے۔اس کا مصنف محمد بن محمد الباقری ہے جو دو واسطوں سے میاں نذیر حسین کا شاگرد ہے جیسا کہ اس مسند کے ص ۸ پر درج ہے۔آدمی کی عجز وانکساری اور فطرتی ادب کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اگر غیر مقلدین سینہ پر ہاتھ باندھنے کے ساتھ سنت کا لفظ دکھا دیں تو ہم ان کو سچا مان لیں گے۔

اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تکبیر کے ساتھ اور قراءۃ الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ (مسلم ج ۱ ص ۱۹۴) نیز امام نسائی نے ج ۱ ص ۱۴۲، ۱۴۳ پر چار باب قائم کئے ہیں بَابُ الدُّعَاءِ بَيْنَ التَّكْبِيْرِ وَالْقِرَاءَةِ ان میں قراءۃ سے مراد فاتحہ ہے کیونکہ یہ دعائیں تکبیر تحریمہ اور فاتحہ کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ امام نسائیؒ کے نزدیک فاتحہ قراءۃ ہے۔

(نوٹ) اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کر دیں جس میں صراحت ہو کہ فاتحہ قراءۃ نہیں ہے اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

فائدہ: ہم نے یہ تحقیق اس لیے لکھی ہے کہ آگے دلائل میں جہاں قراءۃ کا لفظ آئیگا وہاں فاتحہ بھی اس میں داخل ہو گی کیونکہ فاتحہ بھی قراءۃ ہے پس جو حکم قراءۃ کا ہوگا وہی فاتحہ کا ہوگا۔

محل نزاع

غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ نبی علیہ السلام کی اخیر زندگی تک صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کرتے رہے۔ جبکہ اہل السنت والجماعت کا دعویٰ یہ ہے کہ پہلے امام کی پیچھے قراءۃ ہوتی تھی بعد میں متروک ہو گئی اور امام کی قراءۃ کو ہی مقتدی کی قراءۃ قرار دیا گیا اور مقتدی کو خاموش رہنے اور امام کی قراءۃ پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

گویا امام ومقتدی دونوں کی نماز قراءۃ کے ساتھ ہوتی ہے۔ امام کی اس لئے کہ خود اس نے قراءۃ کی ہے مقتدی کی اس لئے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے جبکہ غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ نہیں بلکہ وہ اپنی قراءۃ جدا کریگا۔

ہمارے پاس پانچ قسم کے دلائل ہیں:

قسم اول: امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے نبی علیہ والسلام کے پیچھے قراءۃ کی اثناء نماز میں ایک آدمی نے اشارہ سے اس کو قراءۃ سے منع کیا

جب نماز سے فارغ ہوئے تو قراءۃ کرنیوالے نے منع کرنے والے سے کہا کہ تم مجھے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے کیوں روکتے ہو وہ دونوں یہ باتیں کررہے تھے کہ نبی علیہ السلام نے انکی گفتگو سن لی اور ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہو اس کیلئے امام کی قراءۃ ہی کافی ہے۔ (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۲۶)

(۲) حضرت جابرؓ بن عبداللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قراءۃ ہی اسکی قراءۃ ہے۔

(موطا امام محمد ص ۹۸)

(۳) حضرت جابرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷)

(۴) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔

(فتح القدیر ج ۱ ص ۲۹۵ مسند احمد ج ۳ ص ۳۳۹)

(۵) حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔

(کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۳۸)

(۶) حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز میں امامت کرائی اور ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کی جو نمازی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس نے اس کا ذرا بدن دبایا تا کہ قراءۃ سے باز آجائے۔ جب نماز ہو چکی تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں دبایا تھا۔ منع کرنیوالے نے کہا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے قراءۃ کررہے تھے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی قراءۃ کرو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی باتیں سن کر ارشاد فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔

(موطا امام محمد ص ۱۰۱)

(۷) حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ہر

نماز میں قراءۃ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں ! ایک انصاری بولے تو پھر قراءۃ ضروری ہوگئی حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تمام اہل مجلس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب میں تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءۃ مقتدیوں کو کافی ہے۔ (دار قطنی ج ا ص ۳۳۲)

(۸) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کی اقتداء کی تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ ص ۱۷۰)

(۹) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جس کیلئے امام ہو تو امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۵۶)

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عباسؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے امام کی قراءۃ کافی ہے چاہے وہ آہستہ آواز سے قراءۃ کرے یا اونچی آواز سے۔

(دار قطنی ج ا۔ ص ۳۳۱)

(۱۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قراءۃ کرتے ہو جبکہ امام قراءۃ کر رہا ہو تو صحابہ کرامؓ چپ رہے آپؐ نے تین بار یہی سوال کیا صحابہ کرامؓ بولے کہ ہم ایسا کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا ایسے مت کرو۔ (شرح معانی الآثار ۱۵۹)

(۱۲) نواس بن سمعانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی میری دائیں طرف ایک انصاری صحابیؓ تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قراءۃ کی اور میری بائیں جانب قبیلہ مزینہ کے ایک صاحب تھے جو کنکریوں سے کھیل رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا میرے پیچھے کس نے قراءۃ کی انصاری بولے میں نے یارسول اللہ آپؐ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ جو امام کی اقتداء کرے تو امام کی قراءۃ ہی مقتدی کی قراءۃ ہے۔ جو صاحب کنکریوں سے کھیل رہے تھے ان سے فرمایا تمہیں نماز سے یہی حصہ ملا ہے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۷۶)

(۱۳) یحیٰ بن عبداللہؒ اور یزید بن ابی عیاضؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا تم میں سے جس کیلئے امام ہو اور وہ اس امام کی اقتداء کرے تو مقتدی اسکے ساتھ ہرگز قراءۃ نہ کرے کیونکہ امام کی قراءۃ ہی اس کی قراءۃ ہے۔ (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۸۴)
نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کر دیں کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ نہیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم دوم: امام کی قراءۃ کے وقت مقتدی خاموش رہیں۔

(۱) ہماری اس دلیل کی پانچ خوبیاں ہیں۔

۱۔ کتاب صحاح ستہ میں سے ہے۔

۲۔ قرآن کریم کی آیت ہے۔

۳۔ اس پر تفسیر کا عنوان ہے۔

۴۔ تفسیر مرفوع متصل حدیث کے ساتھ کی گئی ہے۔

۵۔ اور اس حدیث کو صحاح ستہ کے مولفین میں سے امام مسلمؒ نے صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ پر اس کو صحیح کہا ہے وہ کتاب سنن نسائی ہے۔ ج ۱ ص ۱۴۶۔ قرآن کی آیت یہ ہے۔ ﴿وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الایہ) اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف خوب کان لگاؤ اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اس پر امام نسائیؒ نے عنوان قائم کیا ہے تاویل قولہ عزوجل الخ یعنی اللہ عزوجل کے قول کی تفسیر۔ تفسیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس آیت میں تین امور غیر واضح ہیں۔ (۱) قراءۃ کرنے والا کون ہے (۲) کس وقت اور کس حالت میں قراءۃ کی جائے (۳) کان لگانے اور خاموش رہنے کا حکم کن لوگوں کو ہے۔ امام نسائیؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ساتھ تفسیر کے یہ تینوں امور واضح کر دیئے ہیں وہ حدیث یہ ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں امام اس لئے ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو۔ اور جب وہ قراءۃ کرے تم خاموش رہو اس سے معلوم ہو گیا کہ قراءۃ کرنے والا امام ہے اور وہ نماز کی حالت میں قراءۃ کرتا ہے یہ کان لگانے خاموش رہنے کا حکم مقتدیوں کو ہے اس قوی دلیل سے ثابت ہوا کہ امام جب قراءۃ

کرے تو مقتدی خاموش رہیں اور چونکہ خاموش رہنے کا حکم امام کی قراءۃ پر مرتب ہو رہا ہے اور وہ جہری وسری دونوں نمازوں میں قراءۃ کرتا ہے تو مقتدی بھی دونوں نمازوں میں خاموش رہے۔ خواہ قراءۃ فاتحہ وہو یا غیر فاتحہ اور یہاں استماع اور انصات کا وہی معنیٰ ہے جو صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۳ پر فاتبع قرانہ کی تفسیر میں ہے فاستمع لہ وانصت یعنی کان لگا اور اس طرح خاموش رہ کہ زبان کو حرکت بھی نہ ہو۔ اس کے مقابلہ میں غیر مقلدین کے پاس ان خوبیوں کی حامل ایک بھی دلیل نہیں اگر اس آیت کی کوئی غیر مقلد دوسری تفسیر کرے تو وہ بھی صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں صحیح حدیث کے ساتھ تفسیر پیش کرے محض احتمالات اور کمزور رواتیوں کی وجہ سے اس اعلیٰ درجہ کی تفسیر کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔

(۱) ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب فرمایا اور سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین فرمائی۔ اور نماز کا طریقہ بتلایا اور یہ فرمایا کہ نماز پڑھنے سے قبل اپنی صفوں کو درست کرلو پھر تم میں سے ایک تمہارا امام بنے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ (بروایت جریر عن سلیمان عن قتادہ۔ مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴)

(۲) حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز سکھائی فرمایا جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے۔ وَاِذَا قَرَأَ (الامام) فَاَنْصِتُوْا۔ اور جب وہ امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

(مسند احمد ج ۲۔ ص ۴۱۵، صحیح ابی عوانہ ج ۲ ص ۱۳۳، ابن ماجہ ص ۶۱)

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے۔ کہ اسکی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ (نسائی ج ا ص ۱۰۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج ا ص ۳۷۷)

(۴) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا اور جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔

(ابن ماجہ ص ۶۱ مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۶)

(۵) حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ (کتاب القرأۃ للبیہقی ص ۱۱۳)

(۶) حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک صاحب اپنے جی ہی جی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءۃ کرنے لگے نماز پوری ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قراءۃ کی ہے تین دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال کیا ایک صاحب بولے جی ہاں یا رسولؐ اللہ میں ﴿سبح اسم ربک الاعلیٰ﴾ پڑھ رہا تھا آپؐ نے فرمایا کیا ہو گیا کہ مجھے قرآن کی قراءۃ میں کشمکش میں ڈال دیا جاتا ہے کیا تمہیں امام کی قراءۃ کافی نہیں ہے امام تو بنایا ہی اس لیے جاتا ہے کہ اسکی اقتداء کی جائے لہذا فَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا جب وہ قراءۃ کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ (کتاب القراءۃ ص ۱۱۵، ۱۶۳)

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک حدیث صحیح صریح مرفوع متصل پیش کر دیں جسمیں آپ نے مقتدیوں کو اِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا اِذَا رَکَعَ فَارْکَعُوْا اِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوْا کی طرح حکم دیا ہو اِذَا قَرَأَ فَاقْرَأُوْا اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ حدیثوں کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کر دیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم سوم: مدرک رکوع مدرک رکعت ہے!

اگر کوئی مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی رکعت ہو جاتی ہے بشرطیکہ اس نے تکبیر تحریمہ کہنے کی مقدار قیام بھی کیا ہو اور تکبیر تحریمہ بھی کہی ہو مقتدی کی یہ رکعت اس لئے ہو جاتی ہے کہ امام کی قراءۃ مقتدی کی قراءۃ ہے خواہ اس نے شروع سے امام کے پیچھے اقتداء کی ہو یا قراءۃ کے درمیان میں آ کر شامل ہوا ہو یا رکوع میں شامل ہوا ہو اگر مقتدی پر اپنی قراءۃ فرض ہوتی تو مدرک رکوع کی رکعت نہ ہونی چاہے حالانکہ احادیث سے ثابت ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہوتا ہے۔

احادیث ملاحظہ کیجئے۔

(۱) حضرت ابو بکرہؓ سے اس حالت میں پہنچے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں تھے انہوں نے صف تک پہنچنے سے قبل ہی رکوع کر لیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کہا زَادَکَ اللہُ

جِرْصًا وَّلَا تُعِدْ اللہ تعالیٰ تیرے حرص کو زیادہ کرے اور مت لوٹا تو (یعنی نماز کو) بخاری ج ۱ ص ۱۰۸) حافظ محمد اسماعیل شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں کہ لَا تُعِدْ اعادہ سے مشتق ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ میں طلب خیر کے حرص کو زیادہ کرے اور اپنی نماز کو نہ لوٹا کیونکہ وہ صحیح ہے۔

(سبل السلام ج ۲ ص ۵۳ حدیث ۲۱)

(۲) ابوداؤد۔ ج ۱ ص ۱۲۹: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نماز کی طرف آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو سجدہ کرو اور اس کو کچھ بھی شمار نہ کرو وَمَنْ اَدْرَکَ الرَّکْعَۃَ فَقَدْ اَدْرَکَ الصَّلٰوۃ اور جس نے رکوع کو پالیا اس نے نماز کو پالیا۔

(۳) حافظ ابن حجر عسقلانیؒ تلخیص حبیر ج ۲ ص ۴۱ میں فرماتے ہیں میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا تو اس میں یہ حدیث پائی: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے امام کے ساتھ رکوع کو پالیا قبل اس کے کہ وہ اپنی کمر سیدھی کرے پس تحقیق اس نے رکعت کو پالیا: مزید حدیثیں فتاویٰ ستاریہ ج ا ص ۵۳ تا ص ۵۷ میں ملاحظہ فرمائیں اور آثار صحابہ مصنف ابن ابی شیبہ طبع کراچی جلد اول ص ۲۴۳ ص ۲۴۴ ص ۲۵۴، ص ۲۵۵ پر ملاحظہ ہوں۔

نوٹ: اگر غیر مقلدین صرف اور صرف ایک صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں جس میں صراحتاً مذکور ہو کہ مدرک رکوع کی رکعت نہیں ہوتی اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآرا کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں تو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم چہارم:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جسمیں ام الکتاب نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔ (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۷۱)

(۲) حضرت جابرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس نے نماز ہی نہیں پڑھی مگر امام کے پیچھے (یعنی امام کے پیچھے فاتحہ کے بغیر ہو جاتی ہے۔ (کتاب القراءۃ بیہقی ۱۳۶)

(۳) حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے۔

(کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۷۱، ص ۱۳۶، سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۶۹)

(۴) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر وہ نماز جسمیں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز نہیں مگر امام کے پیچھے (کتاب القراءۃ بیہقی ص ۱۷۳) ان روایات کے علاوہ اس مضمون کی مزید احادیث کتاب القراءۃ کے ان صفحات پر ملاحظہ فرمائیں ص ۱۳۸ ص ۱۲۲ نیز سنن دار قطنی ج ۱ ص ۳۲۷۔ موطا مالکؒ ص ۶۶ سنن ترمذی ص ۷۱ اور حافظ ابن حجر عسقلانی" شرح نخبۃ الفکر میں قاعدہ لکھتے ہیں وبکثرۃ الطرق یصحح کثرت اسناد کی وجہ سے حدیث کو صحیح قرار دیا جاتا ہے۔

نوٹ: قراءۃ خلف الامام کے متعلق پانچ طرح کی مختلف روایات ہیں۔

(۱) لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَصَاعِدًا. (مشکوۃ ص ۷۸ بحوالہ صحیح مسلم)

اس آدمی کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ اور زائد سورۃ کو نہیں پڑھا۔

(۲) لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ. (مشکوۃ ص ۷۸)

اس آدمی کی نماز نہیں جس نے فاتحۃ الکتاب کو نہیں پڑھا اس میں زائد سورت کو نہ لازم کیا گیا ہے نہ منع کیا گیا ہے۔

(۳) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَلَا تَقْرَءُ وْا بِشَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ اِذَا جَهَرْتُ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ. (مشکوۃ ص ۸۱)

جب میں اونچی آواز سے قراءۃ کروں تو قرآن میں سے کچھ نہ پڑھو مگر ام القرآن اس حدیث میں جہری اور سری نماز میں فرق کیا گیا ہے کہ جہری نمازوں (مغرب، عشاء و فجر) میں امام کے پیچھے زائد سورۃ منع ہے لیکن سری میں منع نہیں ورنہ جہری نماز کی تخصیص کا کیا فائدہ خلاصہ یہ کہ جہری میں امام کے پیچھے صرف فاتحہ پڑھو زائد سورت نہ پڑھو مگر سری (ظہر و عصر) نماز میں امام کے پیچھے فاتحہ کے ساتھ زائد سورۃ پڑھنے کی اجازت ہے۔ (۴) حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ قراءۃ کی ہے ایک آدمی کہا یا رسول اللہ جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی سوچتا ہوں میرے ساتھ قرآن کا جھگڑا کیوں کرایا جا رہا ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں یہ بات سن کر لوگ جہری نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قراءۃ کرنے سے رک گئے یعنی قراءۃ خواہ فاتحہ ہو یا زائد سورت دونوں سے جہری نمازوں میں رک گئے۔ لیکن سری نمازوں میں فاتحہ پڑھتے رہے۔ (مشکوۃ ج ۱ ص ۸۱)

(۵) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے ہے تا کہ اس کی اقتدا کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءۃ کرے تم خاموش رہو (مشکوۃ شریف ج ا ص ۸۱) اس میں جہری وسری اور فاتحہ وغیر فاتحہ کا فرق ختم کر کے عام حکم کے طور پر فرمایا جب امام قراءۃ کرے تم خاموش رہو۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ان مختلف روایات کے بارے میں فقیہانہ اور مجتہدانہ رائے یہ ہے کہ قراءۃ کے مسئلہ میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔ اخیر میں مقتدیوں کو علی الاطلاق خاموش رہنے کا حکم دیا۔ اور امام کی قراءۃ کو ہی مقتدیوں کی قراءۃ قرار دیا گیا۔ اگر غیر مقلدین ان مختلف متضاد روایات کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ صحیح صریح مرفوع متصل حدیث میں صراحۃً دکھا دیں اور اس حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کر دیں تم ہم لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

قسم پنجم: قراۃ خلف الامام کے بارے میں شدت

۱۔ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ.

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔ موسیٰ بن عقبہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر، عمر عثمان رضوان اللہ علیہم اجمعین امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۱۳۹۲)

۳۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

۴۔ زید بن اسلمؒ کہتے ہیں حضرت ابن عمرؓ امام کے پیچھے قراءۃ کرنے سے منع کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۰)

۵۔ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸)

۶۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی فطرت خراب ہے۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۷)

۷۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں جس نے امام کے پیچھے قراءۃ کی اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔
(مصنف عبدالرزاق ج۲ص ۱۳۹)
۸۔حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔
(مصنف عبدالرزاق ج۲ص ۱۳۷۔مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۴۱۳)
۹۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔(مصنف عبدالرزاق ج۲ص ۱۳۸)
۱۰۔حضرت سعدؓ فرماتے ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کے منہ میں انگارے ہوں۔(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۴۱۲)
۱۱۔اسو بن یزید تابعیؒ فرماتے کہ مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھرا جائے۔(مصنف عبدالرزاق ج۲ص ۱۳۸)
۱۲۔حضرت علقمہ بن قیسؒ فرماتے ہیں مجھے پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قراءۃ کرتا ہے اس کا منہ گرم پتھروں سے بھرا جائے۔(مصنف عبدالرزاق ج۲ص ۱۳۸)
نوٹ:
(۱) اگر غیر مقلدین امام کے پیچھے فاتحہ کی فرضیت اور ۱۱۳ سورتوں کی حرمت کے بارے میں صحیح صریح مرفوع متصل حدیث پیش کردیں۔
(۲) قراءۃ خلف الامام کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کا تاکیدی حکم پیش کردیں۔
(۳) امام کے پیچھے قراءۃ نہ کرنے پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی سخت وعید کی صحیح حدیث پیش کردیں۔اوران احادیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔
سوال: ابن ماجہ ص ۸۷ مسند احمد ج۲ص ۲۳۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الوفات میں مسجد میں تشریف لائے حضرت ابوبکر صدیقؓ مکبر بن گئے آپ امام تو آپ نے قراءۃ وہاں سے آگے شروع کی جہاں حضرت ابوبکرؓ نے چھوڑی تھی۔اس کے مطابق آپ کی پوری فاتحہ یا فاتحہ کا کچھ حصہ رہ گیا۔سوال یہ ہے کہ فاتحہ کے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

آمین آہستہ کہنا مسنون ہے

سوال: سنی حضرات آمین آہستہ کہتے ہیں کیا اس پر کوئی دلیل ہے۔؟
جواب: ہمارے پاس دلیل ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔ آمین دعا ہے گیارہویں پارہ میں ﴿وَقَالَ مُوْسٰی رَبَّنَا اِنَّکَ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی لیکن قبولیت کے بیان میں ہے ﴿قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا﴾ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔ دراصل موسیٰ علیہ السلام دعا کر رہے تھے۔ حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارونؑ کی آمین کو بھی دعا کہا ہے۔ (تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۳۱۵ تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۱۳۱ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۰۶) اور بخاری ج ا ص ۱۰۷ میں ہے قال عطاء آمین دعاء حضرت عطا تابعی نے فرمایا آمین دعا ہے۔ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۰۶ میں ہے اس کا معنی اَللّٰھُمَّ اسْتَجِبْ اے اللہ قبول فرما یعنی معنی بھی دعا والا ہے اور دعا کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ﴿اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً﴾ اپنے رب سے دعا کرو عاجزی کے ساتھ اور آہستہ لہٰذا آمین چونکہ دعا ہے تو قرآن کے اس حکم کے مطابق آہستہ ہونی چاہیے امام فخر الدین رازیؒ شافعی مسلک رکھتے ہیں جن کے ہاں آمین جہراً کہنا افضل ہے اس کے باوجود امام موصوف اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آمین آہستہ کہنا افضل ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک آمین بلند آواز سے کہنا افضل ہے امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ آمین میں دو احتمال ہیں یا دعا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے پس اگر دعا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قول ﴿اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً﴾ کی وجہ سے آمین آہستہ کہنا واجب ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً﴾ کی وجہ سے بھی آمین میں اخفاء واجب ہے اور اگر واجب نہ ہو تو کم از کم مستحب ضرور ہے اور ہم بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں۔

(تفسیر کبیر ص ۱۳۱۔ ج ۱۳)

(۲) صحیح مسلم ج ا ص ۱۷۶ میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قاری (امام) ﴿غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ کہے تو اس کے مقتدی آمین کہیں پس جس کی آمین آسمان والوں کی آمین کے موافق ہوئی اس کے

سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے۔کبھی کسی نے فرشتوں کی آمین کی گونج نہیں سنی موافقت تبھی ہوگی کہ وقت بھی ایک ہو اور آہستہ کہی جائے۔

(۳) ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۳ ترمذی ج ۱ ص ۵۹ حضرت سمرۃ بن جندب کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو سکتے کرتے (یعنی دو جگہ کچھ آہستہ کہتے) ایک جب تکبیر تحریمہ کہتے (یہ سکتہ اس لئے تھا کہ اس میں ثنا پڑھتے) دوسرا جب ﴿غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ سے فارغ ہوتے (یہ دوسرا سکتہ اس لیے تھا کہ اس میں آمین کہتے)

(۴) حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ ﴿غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ پڑھ چکے تو آمین کہا اور آمین میں اپنی آواز کو آہستہ کیا۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶ دار قطنی ج ۱ ص ۳۳۴ مستدرک حاکم ج ۲ ص ۲۳۲ سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۷ ترمذی ج ۱ ص ۵۸)

(۵) حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ کہے۔اعوذ باللہ، بسم اللہ، آمین اللهم ربنا لک الحمد. (کنز العمال ج ۸ ص ۲۷۴، البنایہ ج ۱ ص ۶۲۰ محلی ابن حزم ج ۲ ص ۲۰۹)

(۶) ابووائلؒ کہتے ہیں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں اعوذ باللہ اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔(طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۴۰، الجوہر النقی ج ۱ ص ۴۸)

(۷) حضرت ابووائلؒ کہتے ہیں حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بسم اللہ، اعوذ باللہ، اور آمین میں اونچی آواز نہیں کرتے تھے۔(معجم طبرانی ج ۹ ص ۲۶۳)

(۸) حضرت ابراہیم نخعیؒ تابعی کا فتویٰ یہ ہے پانچ چیزیں آہستہ کہی جاتی ہیں۔ سبحانک اللهم ، اعوذ باللہ ، بسم اللہ ، آمین ، ربنا لک الحمد .

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۳۶)

فائدہ: سنی حضرات اور غیر مقلدین کے درمیان اصل اختلاف یہ ہے سنی حضرات کہتے ہیں کہ ان دلائل کی وجہ سے آمین بلند آواز سے کہنے کا طریقہ متروک ہوگیا جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اخیر زندگی تک ہمیشہ آمین اونچی کہی جاتی رہے۔لہٰذا اصل جھگڑا دوام اور ترک کا ہے۔تو غیر مقلدین کو چاہیے کہ وہ آمین بالجہر کے دوام پر دلیل پیش کریں۔

غیر مقلدین کا دعویٰ اور عمل

(۱) امام ہمیشہ فرضوں کی سترہ رکعتوں میں سے گیارہ رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے اور چھ رکعات یعنی دو مغرب دو عشاء دو فجر میں ہمیشہ بلند آواز سے کہتا ہے۔

(۲) مقتدی ہمیشہ گیارہ رکعات میں آمین آہستہ اور چھ رکعات میں اگر مدرک ہو یعنی پوری نماز امام کے ساتھ پالے تو آمین بلند آواز سے کہتا ہے اور اگر مسبوق ہو تو آمین آہستہ کہتا ہے۔

(۳) منفرد تمام رکعات میں آمین آہستہ کہتا ہے۔

(۴) امام، مقتدی اور منفرد سنت ونفل میں ہمیشہ آمین آہستہ کہتے ہیں۔

(۵) آمین بلند آواز سے کہتے ہیں باقی اذکار یعنی ثناء، تعوذ، تسمیہ، رکوع، وسجود کی تسبیح، تشہد، درود شریف آہستہ کہتے ہیں۔

اگر غیر مقلدین اپنے اس عمل ودعویٰ پر صحیح صریح مرفوع متصل غیر معارض کوئی ایک حدیث پیش کردیں جسمیں ان کے اس عمل پر دوام کی صراحت ہو اور اس حدیث کی صحت اور ہمارے پیش کردہ دلائل کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کردیں تو ہم ان کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

رفع یدین پر دوام ہے یا ترک

سوال: کیا سنی حضرات کے پاس ترک رفع یدین کی کوئی دلیل ہے؟

جواب: دلائل تو بہت ہیں ہم یہاں چند احادیث لکھتے ہیں۔

١۔ عَنْ عَبْدِاللهِ اَنَّهٗ قَالَ "اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّامَرَّۃً وَّاحِدَۃً. عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھ کر دکھاؤں؟ سو آپ نے نماز پڑھی پس آپ نے نہ رفع یدین کیا مگر ایک مرتبہ (نسائی شریف ج١ ص١٦١)

٢۔ عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فَقَامَ فَرَفَعَ یَدَیْہِ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ثُمَّ لَمْ یُعِدْ. عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی خبر دوں؟ سو کھڑے ہوئے پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہ کیا۔ (نسائی شریف ص١٥٨ ج١)

٣۔ عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ اَلَا اُرِیْکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّامَرَّۃً" (مصنف ابن ابی شیبہ ص٢٣٦ ج١)

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ دکھاؤں؟ پس آپ نے رفع یدین نہ کیا مگر ایک ہی مرتبہ۔

٤۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ لَا یَرْفَعُ یَدَیْہِ اِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ وَلَایَعُوْدُ لِشَیْءٍ مِنْ ذَالِکَ. (مصنف عبدالرزاق ج٢ ص١٧)

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین نہ کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔ ہماری یہ دلیل لا الہ الا اللہ کی طرح ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اسی طرح نہیں رفع یدین کرتے تھے مگر شروع میں پس سوائے شروع والے رفع یدین کے باقی رکوع وسجود والے رفع یدین کی نفی ہوگئی۔

٥۔ براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہ کرتے۔

٦۔ جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے یعنی نماز باجماعت تو ہم سلام کیوقت دونوں طرف ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا تم کیوں اشارہ کرتے ہو گویا کہ یہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں۔ (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱) پس جیسے قرآن نے ماں باپ کو اُف کہنے سے منع کیا تو گالی دینا اور جوتے مارنا بطریق اولیٰ منع ہے اسی طرح جب نماز کے بالکل اخیر میں سلام کے وقت رفع یدین کرنا منع ہے تو نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین بطریق اولیٰ منع ہوگا۔

۷۔ جابر بن سمرۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نکل کر آئے اور صحابہ کرامؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا (صحابہ کرام کی یہ انفرادی نماز تھی) تو فرمایا کیا وجہ ہے میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں گویا کہ سرکش گھوڑوں کی دُمیں ہیں نماز میں سکون کرو۔ (مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱)

۸۔ كَانَ اَصْحَابُ عَبْدِاللهِ وَاَصْحَابُ عَلِيٍّ لَايَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ اِلَّا فِى افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَايَعُوْدُوْنَ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے تمام شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

۹۔ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَارَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّافِى اَوَّلِ مَايَفْتَتِحُ. (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۸)

مجاہد تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو نہیں دیکھا کہ وہ رفع یدین کرتے ہوں مگر نماز کے شروع میں۔

۱۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ كَاَنِّىْ بِقَوْمٍ يَاْتُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِى الصَّلٰوةِ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ. (الجامع الصحیح مسند الامام الربیع ج ۱ ص ۴۵)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گویا میں ایک قوم دیکھ رہا ہوں جو میرے بعد آئے گی نماز میں اس طرح رفع یدین کرے گی گویا کہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ رفع یدین کو ہی کل دین سمجھ لیں گے اور رفع یدین کی آڑ میں خود گمراہ ہونگے۔ اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ خود بدعقیدہ ہوں گے۔ اور دوسروں کو بدعقیدہ بنائیں گے۔ اس کا مصداق امام شافعی واحمد نہیں کہ وہ صحیح العقیدہ لوگ ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے تو نماز کے شروع میں اور نماز کے اندر رکوع کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف

ہجرت کی تو نماز کے اندر رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع والا رفع یدین کرتے رہے۔
(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴)

فائدہ: چونکہ تکبیر تحریمہ، قنوت، عیدین والے رفع یدین کے ساتھ ذکر یعنی اللہ اکبر کہا جاتا ہے اس لئے وہ باقی رکھا گیا اور جو رفع یدین ذکر سے خالی تھے ان کو سرکش گھوڑوں کی دمیں فرما کر منع کر دیا گیا ہے اور یاد رہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ذکر اللہ نہیں بلکہ کلام الناس ہے اسی لیے اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

غیر مقلدین کا دعویٰ اور عمل

۱۔ غیر مقلدین چار رکعت نماز میں ۱۰ جگہ رفع یدین کرتے ہیں پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں ہر چار رکوع سے پہلے اور بعد۔

۲۔ ۱۸ جگہ رفع یدین نہیں کرتے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ۸ سجدوں میں سے ہر سجدہ سے پہلے اور بعد۔

۳۔ ۱۰ جگہ رفع یدین فرض ہے اور ۱۸ جگہ رفع یدین منع ہے۔

۴۔ غیر مقلدین کا دعوی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اخیر زندگی تک ہمیشہ یہ عمل کرتے رہے یعنی ۱۰ جگہ رفع یدین کرنا ۱۸ جگہ نہ کرنا۔

۵۔ رفع یدین کے بغیر نماز باطل ہے۔

نوٹ ۱۔ اگر غیر مقلدین اپنا یہ عمل و دعویٰ ایک قولی اور ایک فعلی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے ثابت کر دیں اور حدیث کی صحت بھی امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کئے بغیر محض اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کر دیں۔ تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

نوٹ ۲: غیر مقلدین اپنی اردو بخاری ج ۱ ص ۳۶۸، باب ۴۷۲، حاشیہ ۴ کے مطابق عشرہ مبشرہ کی نام بنام رفع یدین کی دس حدیثیں، اور پچاس صحابہؓ سے نام بنام پچاس حدیثیں جو رافضیوں کے قرآن کی طرح غار میں چھپی ہوئی ہیں تحریر کر دیں اور ان کی صحت امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کر دیں ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

سوال: ترمذی ص ۵۹ ج ۱ میں ہے کہ متعدد صحابہ کرامؓ ترک رفع یدین کے قائل تھے۔

سوال یہ ہے کہ ان کی نمازیں درست ہیں یا باطل؟ وہ بے نمازی تھے یا نمازی؟ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہوئے یا غیر متبع؟ وہ اہل حق ہوئے یا اہل باطل؟ وہ جنتی ہوئے یا وہ دوزخی؟

سجدہ میں جانے کا طریقہ

سوال: سجدہ میں جانے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب: سجدہ کی طرف جانے کے متعلق دو حدیثیں ہیں۔(۱) زمین پر پہلے گھٹنے رکھے جائیں، چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے (زمین پر) ہاتھوں سے پہلے رکھتے۔

(ابوداؤد ص۱۲۲ ج۱ ، ترمذی ص۳۶ ج۱، نسائی ۱۶۵ ج۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں سے پہلے رکھے، اور اونٹ کی طرح پہلے اپنے گھٹنے نہ رکھے (نسائی ص ۱۶۵ ج ۱) چونکہ دونوں قسم کی حدیثوں میں تعارض ہے اس مسئلہ کے حل کیلئے آثار صحابہ کو بنیاد بنایا گیا ان کو بنیاد بنا کر امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس مسئلہ کو یوں حل فرمایا کہ پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا سنت ہے البتہ اگر کسی کو مجبوری ہو تو وہ اس کے برعکس پہلے ہاتھ بھی زمین پر رکھ سکتا ہے جیسا کہ دوسری قسم کی حدیث میں ہے یا یہ حدیث منسوخ ہے چنانچہ حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ ہم گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے پھر ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھا کریں (صحیح ابن خزیمہ)

آثار صحابہؓ

۱۔ ابراہیم نخعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے گھٹنے ہاتھ سے پہلے رکھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۴ ج۱)

۲۔ حضرت اسود تابعیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سجدہ کرتے اپنے گھٹنوں پر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۴ ج۱)

۳۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ جب سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے اپنے ہاتھوں سے پہلے رکھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۹۵ ج۱)

۴۔ابو اسحاقؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد جب سجدہ کی طرف جاتے ان کے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے گرتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ)

۵۔حضرت ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا گیا اس آدمی کے متعلق جو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے تو فرمایا ایسا وہی کرتا ہے جو پاگل ہو۔(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۹۵ ج ۱)

نوٹ: چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک ہے دینی مسائل میں قیاس ورائے چلانا شیطان کا کام ہے اس لئے انکو چاہیے کہ وہ شرک وشیطانیت سے بچتے ہوئے صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے ہر دو حدیثوں کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فیصلہ پیش کریں اور اس حدیث کی صحت امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کئے بغیر ثابت کریں اور ایک لاکھ روپے کا انعام حاصل کریں۔

جلسہ استراحت سنت ہے یا نہیں؟

سوال: پہلی اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اٹھنے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: پہلی اور تیسری رکعت میں دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدے کھڑے ہو جائیں بیٹھیں نہیں۔احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت ابو حمید الساعدیؓ کی حدیث میں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔اور بیٹھے نہیں۔(ابوداؤد ص ۱۰۷ ج ۱)

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (سجدہ سے) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اہل علم کا عمل حضرات ابو ہریرہؓ کی حدیث پر ہے وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ آدمی (سجدہ سے دوسری اور تیسری رکعت کی طرف) اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑا ہو (ترمذی ۶۵ ج ۱)

۳۔ حضرت ابو مالک الاشعریؓ نے اپنی قوم کو نماز سکھائی اس میں ہے کہ آپ نے تکبیر کہی پھر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔(مسند احمد ۳۴۳ ج ۵)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز سکھائی اس میں فرمایا پھر تو اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدہ سے اٹھکر سیدھا کھڑا ہو جا۔

(بخاری ۹۸۶ ج ۲)

۵۔ جلیل القدر تابعی حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۴ ج ۱)

۶۔ عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بغور دیکھا میں نے دیکھا کہ آپ پہلی اور تیسری رکعت میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہو جاتے ہیں اور بیٹھتے نہیں۔(معجم طبرانی کبیر ص ۲۶۶ ج ۹، سنن کبری بیہقی ص ۱۲۵ ج ۲)

۷۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب دوسرا سجدہ کر لیتے تو اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل جیسے ہوتے ویسے ہی کھڑے ہو جاتے۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۴ ج ۱)

۸۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نماز میں (سجدہ سے) اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۹۴)

۹۔ امام اعمشؒ کہتے ہیں کہ میں نے عمارہ بن عمیر کو ابواب کندہ کی جانب نماز پڑھتے دیکھا۔ سو میں نے دیکھا کہ آپ نے رکوع کیا پھر سجدہ کیا جب آپ دوسرے سجدے سے اٹھے تو جیسے تھے ویسے ہی کھڑے ہوئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمان بن یزید نے حدیث ابراہیم نخعیؒ سے بیان کی انہوں نے فرمایا مجھ سے عبدالرحمٰن بن زید نے حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں۔ امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ امام اعمش کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث خثیمہ بن عبدالرحمان سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو دیکھا کہ وہ اپنے قدموں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث محمد عبداللہ ثقفی سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے عبدالرحمان بن ابی لیلی کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اپنے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہیں امام اعمش کہتے ہیں میں نے یہ حدیث عطیہ عوفیؒ سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ ' عبداللہ بن عباسؓ ' حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کو دیکھا ہے کہ وہ نماز میں اپنے پاؤں کے پنجوں کے بل کھڑے ہوتے تھے۔ (سنن کبری بیہقی ص ۱۲۵ ج ۲)

۱۰۔ حضرت نعمان ابن ابی عیاشؒ فرماتے ہیں میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار صحابہ کرامؓ کو پایا ہے کہ جب وہ دوسری اور تیسری رکعت کے سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور بیٹھتے نہیں تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۹۵ ج ۱)

۱۱۔ احادیث کے جامع اول امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے مشائخ مائل نہیں ہوتے تھے۔ یعنی جب کوئی ان میں سے پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتا تو وہ ویسے ہی سیدھا کھڑا ہو جاتا تھا اور بیٹھتا نہ تھا۔ (۳۹۴/۱۱۱)

فائدہ: اس کے برعکس بعض روایات میں دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے پھر کھڑے ہونے کا ذکر بھی

آتا ہے چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھکر دکھائی پس انہوں نے پہلی رکعت میں دوسرے سجدہ سے سر اٹھایا تو پہلے بیٹھ گئے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد ص ۱۲۲) حضرت مالک بن الحویرثؓ کی ایک اور روایت میں ہے انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ طاق رکعت (پہلی اور تیسری رکعت) میں بیٹھے پھر کھڑے ہوئے (ابوداؤد ج ا ص ۱۲۲، ترمذی ج ا ص ۶۴ بخاری ج ا ص ۱۱۳) چونکہ پہلی قسم کی روایات اور دوسری قسم کی روایات میں میں تعارض ہے لہٰذا یہ مسئلہ اجتہادی بن گیا سو اس مسئلہ کے حل میں ہم نے اپنے مجتہد امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اجتہاد پر اعتماد کیا ہے اور ان کی اجتہادی رائے یہ ہے کہ دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر سیدھا دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف کھڑا ہو جانا سنت ہے البتہ مجبوری اور عذر ہو تو پھر پہلے بیٹھکر کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ دوسری قسم کی روایات میں ہے چنانچہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ بوڑھے، بیمار، متبدن لوگ ایسا ہی کرتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر پھر اٹھنا اس زمانہ پر محمول ہے جب آپ متبدن ہو گئے تھے اور ضعف بھی آ گیا تھا اس وقت آپکا طریقہ اس عذر کی وجہ سے پہلے والے مسنون طریقہ سے مختلف ہو گیا تھا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو حضرت معاویہؓ سے ہے وہ فرماتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا مجھ سے رکوع' سجود میں سبقت نہ کیا کرو۔۔۔۔۔۔۔

انی قد بدنت کیونکہ میں بھاری بدن والا ہو گیا ہوں۔ نیز بخاری ج ا ص ۱۱۳ پر حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ بقول ابی قلابہؒ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے نماز رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر دکھائی تو اس میں وہ سجدہ سے اٹھکر تھوڑی دیر بیٹھے۔ پس انہوں نے نماز پڑھی ہمارے بوڑھے عمرو بن سلمہؒ کی طرح حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں عمرو بن سلمہؒ نماز میں ایک ایسی چیز کرتے کہ میں نے دوسرے حضرات کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا وہ تیسری رکعت کے اخیر میں یا چوتھی رکعت کے شروع میں بیٹھتے تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بیٹھنا بوجہ عذر تھا نہ بطور سنت و شرعی حکم اور حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اسی نماز کا نقشہ پیش کیا۔ نوٹ: اس مسئلہ میں احادیث متضاد ہیں چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتیوں کی تقلید شرک اور دین میں رائے و قیاس شیطانی فعل ہے۔ اس لیے وہ اس شرک اور شیطنت سے بچتے ہوئے صرف اور صرف ایک صحیح

صریح مرفوع متصل حدیث پیش کریں۔ جس میں ان روایات کے بارے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح فیصلہ ہو اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال و آراء کی تقلید کے بغیر ثابت کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

خالد گرجاکھی صاحب کا جھوٹ

غیر مقلدین کے عالم جناب خالد گرجاکھی صاحب نے لکھا ہے بعض لوگ جلسہ استراحت کے قائل نہیں ہیں حالانکہ یہ سنت ثابتہ ہے فقہ حنفی میں اس کا سنت ہونا موجود ہے۔

(ہدایہ ج ا ص ۳۸۳، صلوۃ النبیؐ ص ۱۷۴)

اگر غیر مقلدین ہدایہ میں جلسہ استراحت کا سنت ثابتہ ہونا دکھادیں اور ہدایہ کی عربی عبارت تحریر کردیں تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔ لوگو! کب تک قرآن و حدیث کے نام پر دھوکہ کھاتے رہو گے؟

سجدہ سے زمین پر ٹیک لگائے بغیر اٹھنا سنت ہے

سوال: سجدہ سے اٹھتے وقت ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک لگانا کیسے ہے؟

جواب: بغیر ٹیک لگائے اٹھنا سنت ہے ٹیک لگا کر اٹھنا خلاف سنت ہے ثبوت یہ ہے۔

ا۔ حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک لگانے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد ص ۱۴۲ ج ۱)

۲۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ سجدے سے کھڑے ہوتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔

(ابوداؤد ج ا ص ۱۲۲ ترمذی ص ۳۲ ج ۱ نسائی ص ۱۶۵ ج ۱)

۳۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھے تو اپنے گھٹنوں کے بل پر اور اپنی رانوں پر سہارا لیا۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۲۲)

فائدہ: بعض حدیثوں سے زمین پر ٹیک لگا کر اٹھنا بھی ثابت ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب قائم کیا ہے کَیْفَ یَعْتَمِدُ عَلَی الْاَرْضِ اِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَةِ یعنی اس بات کا بیان کہ جب نمازی رکعت سے کھڑا ہوگا تو کیسے زمین پر ٹیک لگائے گا اور آگے حدیث نقل کی کہ حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ ہماری اس مسجد میں آئے پس ہمیں نماز پڑھائی پھر فرمایا میں نے تمہیں نماز پڑھائی ہے لیکن میرا مقصود نماز نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ میں نے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ویسے تمہیں دکھاؤں۔ ایوب سختیانیؒ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوقلابہ سے پوچھا ان کی نماز کیسے تھی ابوقلابہ نے کہا ہمارے اس بوڑھے عمرو بن سلمہ کی نماز کی مانند حضرت ایوب سختیانیؒ فرماتے ہیں یہ شیخ جب دوسرے سجدہ سے سر اُٹھاتے تو بیٹھ جاتے اور زمین پر سہارا لگا کر پھر کھڑے ہوتے جب دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہوا تو اب آثار صحابہ وتابعین سے رہنمائی لیجائیگی۔ اور ان آثار کی روشنی میں ان احادیث کی تشریح وتوضیح کی جائے گی۔ چند آثار یہ ہیں:

ا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں فرض نماز میں سنت یہ ہے کہ جب آدمی پہلی دو رکعتوں میں کھڑا ہو تو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ زمین پر ٹیک نہ لگائے مگر یہ کہ کوئی بہت بوڑھا ہو جو طاقت نہیں رکھتا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۴۳۲)

۲۔ محمد بن سیرینؒ (سجدہ سے اٹھتے وقت) ٹیک لگانے کو ناپسند کرتے تھے۔

۳۔ ابراہیم نخعیؒ اس کو مکروہ سمجھتے مگر یہ کہ بہت بوڑھا یا مریض ہو۔ ان آثار سے مسئلہ حل ہو گیا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ زمین پر ٹیک لگائے بغیر کھڑا ہو جائے۔ البتہ اگر مجبوری ہو مثلاً بیمار، بوڑھا، بھاری بدن کا آدمی جسکو بغیر ٹیک لگانے کے کھڑے ہونے میں مشقت ہو تو ایسے لوگ ٹیک لگا سکتے ہیں۔

نوٹ: دونوں قسم کی روایات میں تعارض وتضاد ہے چونکہ غیر مقلدین کے نزدیک امتی کی تقلید شرک اور بغیر وحی کے پیغمبر کی بات بھی ان کے نزدیک حجت نہیں تو کسی امتی کی رائے کیا حیثیت رکھتی ہے اس لیے وہ ان متضاد روایات کا فیصلہ اور اس مسئلہ کا حل حدیث صحیح صریح مرفوع متصل میں دکھادیں اور اس حدیث کی صحت اور ہماری پیش کردہ احادیث کا ضعف امتیوں کے اقوال وآراء کی تقلید کیے بغیر ثابت کردیں۔ تو ہم ایک لاکھ روپیہ انعام دیں گے۔

التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ

سوال۔التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

جواب۔درمیان والا قعدہ ہو یا آخری دونوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔ثبوت یہ ہیں۔

۱۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو میں نے (جی میں) کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور دیکھوں گا۔سو جب آپ تشہد کے لئے بیٹھے تو اپنا بایاں پاؤں بچھایا اور بایاں ہاتھ اپنی بائیں ران پر رکھا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھا۔امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

(ترمذی ۶۵ ج ۱)

۲۔ حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا نماز سنت میں سے ہے کہ (تشہد میں) دایا پاؤں کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ رکھی جائیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھا جائے (سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۰)

۳۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بایاں پاؤں بچھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔(مسلم ۱۹۴ ج ۱)

۴۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (التحیات میں) اکڑوں بیٹھنے سے اور تورک (یعنی دونوں پاؤں یا ایک پاؤں بائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھنے) سے منع فرمایا۔(سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۱۲۰)

۵۔ حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (التحیات) میں اکڑوں بیٹھنے سے اور تورک کرنے سے یعنی ایک پاؤں یا دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولھے پر بیٹھنے سے منع فرمایا (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۸۶)

۶۔حضرت سمرةؓ سے روایت کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اکڑوں بیٹھنے اور تورک کرنے

سے منع فرمایا۔(۱۱۱۱ص ۸۶ ج ۲)

فائدہ: بخاری ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ حضرت ابوحمید الساعدی کی روایت ہے اس میں التحیات کے اندر بحالت تورک بیٹھنا ثابت ہے جس پر دس صحابہ کرامؓ نے شہادت دی۔ چونکہ التحیات میں بیٹھنے کی کیفیت کے بارہ میں احادیث متعارض ہیں اس لیے ان احادیث کو اور اس مسئلہ کو آثار صحابہ وتابعین کی رہنمائی میں حل کیا جائیگا۔ چند آثار صحابہؓ یہ ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں نماز کی سنت یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۸) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: سنت یہ ہے کہ آپ نماز میں اپنی دونوں سرینوں کو اپنی ایڑیوں پر رکھ لیں ۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۳۱۹) حضرت کعبؓ فرماتے ہیں التحیات میں اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کہ اس سے تیری نماز درست اور کمر سیدھی رہے گی (۱۱۱۱ص ۳۱۶ ج ۱)۔ معلوم ہوا کہ التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہی ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھا جائے اور بائیں پاؤں کو بچھا دیا جائے ۔اور تورک والی روایات حالت عذر پر محمول ہیں۔ ممکن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عذر کیوجہ سے اس طرح بیٹھے ہوں اور ظاہر ہے کہ مجبوری اور عذر کی حالت میں کوئی طریقہ متعین نہیں رہتا نمازی کے لئے جس طرح عذر کی حالت میں بیٹھنا ممکن ہو وہ اسی طرح بیٹھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق بخاری صفحہ ۱۱۴ج ا پر ہے کہ ان کو ان کے فرزند عبداللہ نے دیکھا کہ وہ نماز میں چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں تو عبداللہ کہتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر میں بھی اسی طرح بیٹھ گیا اور اس وقت میں نوعمر تھا پس میرے والد عبداللہ بن عمرؓ نے منع فرمایا اور فرمایا انماسنة الصلوة ان تنصب رجلک الیمنی و تثنیّ الیسری (بیٹا) صرف اور صرف سنت یہ ہے کہ تو اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا رکھ اور بائیں پاؤں کو موڑ کر رکھ میں نے کہا (ابا جی) آپ تو چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں اٹھا سکتے یعنی یہ عذر کی وجہ سے ہے۔

نوٹ: ہم غیر مقلدین سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہر سہ اصولوں کی پابندی کرتے

اغراض ومقاصد

اتحاد اہلسنّت والجماعت پاکستان

- فقہاء احناف کی تشریحات کے مطابق قرآن وسنت کی تعلیمات کو عام کرنا۔
- اہل السنّت والجماعت کے عقائد اور مسائل کی اشاعت کرنا۔
- امت مسلمہ سے فرقہ واریت کو ختم کرنا اور اس کو متحد رکھنے کیلئے اکابرین امت پر اعتماد کی فضاء قائم کرنا۔
- تمام شعبہ ہائے زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کرنا اور جاری وساری رکھنا۔
- پاکستان کے استحکام اور سالمیت اور قومی یکجہتی کیلئے بھرپور کوشش کرنا۔